مدبرِ اہلِ سنت، سید العلماء حضرت علامہ شاہ مفتی سید آلِ مصطفیٰ قادری مارہروی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات اور ان کی علمی و دینی، فکری و انقلابی، تبلیغی و اصلاحی خدمات پر ایک قلمی مرقع

سید العلماء: شخص و عکس

مرقع نگار

توفیق احسن برکاتی

بول بالے مری سرکاروں کے

مدبراہل سنت،سیدالعلماء حضرت علامہ شاہ مفتی سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی علیہ الرحمہ کی حیات اوران کی علمی ودینی،فکری وانقلابی،تبلیغی واصلاحی خدمات پرایک قلمی مرقع،بنام:

سیدالعلماء:شخص وعکس

مرقع نگار

توفیق احسنؔ برکاتی

ناشر

رضااسلامک فاؤنڈیشن،نیرول،نئی ممبئی۔

نام کتاب	:	سیدالعلماء:شخص وعکس
تصنیف	:	توفیق احسنؔ برکاتی،ممبئی
کمپوزنگ	:	مولاناارشادنجمی واحسنؔ برکاتی
اشاعت	:	فروری،۲۰۱۶ء
صفحات	:	۱۱۲(ایک سوبارہ)
ناشر	:	رضااسلامک فاؤنڈیشن،نئی ممبئی۔
قیمت	:	۵۰/روپے

Book Name	:	Sayyidul Ulama:Shakhs o Aks
Compiled by	:	Taufiq Ahsan Barkati
Pages	:	112
Publishing year:		February,2016
Published by	:	Raza Islamic Fa. New Mumbai
Price	:	Rs.50

Contact:
Taufiq Ahsan Barkati:
Masjid Gulshane Madina 485 Shiwaji Nagar
M.I.D.C. Road Nerul Navi Mumbai.400706
E-Mail:Taufiqahsan92@gmail.com
Mob:09819433765

میری پیاری بیٹی زاہدہ قدسی کے نام

پس نوشت

مدبر اہل سنت، سیدالعلماء حضرت علامہ شاہ مفتی سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی اس قدآور شخصیت کا نام ہے جس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور جسم کا ایک ایک قطرہ مذہب حق کے پاکیزہ مشن کے فروغ کے لیے وقف کر دیا تھا، ان کی انقلابی حیات کا ایک ایک ورق ان کی صداقت شعاری، دروں بینی، دوراندیشی اور بلند نگاہی کی گواہی دے رہا ہے۔ مارہرہ کا یہ سید جانشینی کا ٹھاٹ باٹ چھوڑ کر ممبئ جیسی ہنگامہ خیز سرزمین کو میدان تبلیغ کے لیے کیوں منتخب کرتا ہے؟ کیا کبھی کسی نے اس نکتے پہ غور کیا؟ انھوں نے اتنا جوکھم بھرا مشغلہ کیوں اختیار کیا؟ کھڑک مسجد، بمبئ کی امامت وخطابت کوئی بھی کر سکتا تھا لیکن سیدالعلماء علیہ الرحمہ کو صرف ایک امام وخطیب نہیں بننا تھا، انھیں تو شہر بمبئ ہی نہیں، پورے ملک کے سنیوں کی قیادت کا فریضہ نبھاتا تھا، سوانھوں نے ایسا ہی کیا، بلکہ کیا کیا نہیں کیا؟ بمبئ شہر کو دین کی تعلیم وتدریس کے لیے تیار کیا، نوجوانوں کی ذہن سازی کی، اہل ثروت کو دین کے تئیں نرم دل بنایا، ارباب سیاست کو سنبھل کر سیاست کرنے کی وارننگ دی اور سنی جمعیۃ العلماء جیسی متحدہ جماعت عطا فرمائی۔ جس سے پورے ملک میں جماعت اہل سنت کو ایک عظیم قوت حاصل ہوئی۔

شہزادۂ احسن العلماء حضرت سید نجیب حیدر مارہروی رقم طراز ہیں:

”سیدین مارہرہ یعنی حضرت سیدالعلماء اور حضرت احسن العلماء قدس سرہما نے ملت اسلامیہ کو شریعت وطریقت کے رموز سے آشنا قیادت ورفاقت بھی عطا فرمائی، ساتھ ہی بہترین خانقاہی وروحانی نظام کی داغ بیل ڈالی۔ حضرت سیدالعلماء نے سنی جمعیۃ العلماء کے قیام کو عمل میں لاکر سواد اعظم کو ایک متحرک، متحد اور فعال قیادت عطا کی۔ ان کے بعد ایک قائد، ایک جماعت اور موقف ہمارے اور ہماری جماعت کے لیے محض ایک خواب کی طرح ہے۔“

(سال نامہ اہل سنت کی آواز، اکابر مارہرہ نمبر، جلد-۱۷، اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص:۹)

علامہ بدرالقادری مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

”مسلمانان ممبئ کا وہ بے تاج بادشاہ اول روز کھڑک روڈ کے جس حجرے میں مہمان بن کر

آیا تھا، وہیں اس کی زندگی کے آخری ایام بھی گزرے، جب کہ سیاست اور مصلحت کی دہلیز پر سجدہ ریزی کرنے والوں نے اس شہر میں بلڈنگیں اور محلات بنا لیے۔ مگر مارہروی سید اپنے مزاج اور کیرکٹر کا اتنا پختہ تھا کہ وہ ہمیشہ دنیا پر رنگ محمدی کی چھاپ ڈالتا رہا، خود کسی بھی دنیوی رنگ سے رنگین نہیں ہوا۔" (مصدر سابق، ص:۴۵۶)

مولانا وارث جمال قادری لکھتے ہیں:

"ممبئی میں حضرت سید العلماء حضرت مولانا سید آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے فضل وکمال، عظمت وجلال، شوکت واقبال اور ان کی قبولیت کا گراف سوا نیزے پر تھا۔ درجنوں اصحابِ فضل وکمال اور جید علماے کرام پر ان کا وجودِ مسعود بہت بھاری تھا۔ دلوں پر حکمرانی وگردن بہ طاعت نہادن پڑھا کرتا تھا، سنا کرتا تھا مگر خدا کی قسم! لاکھوں دلوں پر حکمرانی اور ان کے حضور ہزاروں خمیدہ سروں کو دیکھا گیا۔ میری طرح ہزاروں نے دنیاے سنیت کے اس رجلِ رشید کو کھڑک کی چٹائی پر بیٹھ کر لاکھوں، کروڑوں دلوں پر حکمرانی کرتے ہوئے دیکھا ہے، جسے دنیا 'سید آل مصطفیٰ' کہتی تھی، جو اپنے وجود میں بیک وقت بریلی بھی تھا، اور کچھوچھہ بھی، بدایوں بھی تھا اور مارہرہ بھی۔ برصغیر ہند میں تنہا اس کا وجود سوادِ اعظم سے عبارت تھا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَاب۔ اس زمانے میں ایک جملہ زبان زدِ عوام تھا 'ممبئی آلِ مصطفیٰ کی'۔ ان کے وجود نے ممبئی کی دینی ومذہبی اور ملی وسعتوں کو بھر دیا تھا۔"

(ماہ نامہ ماہ نور، دہلی، اشرف العلماء نمبر: ۲۰۰۸ء، ص: ۲۹۷)

حضور سید العلماء قدس سرہ نے اپنی عالمانہ بصیرت، فقہی ژرف نگاہی، ادبی پختگی، دانشوری اور قائدانہ ہنرمندیوں سے جماعت اہل سنت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا دیا۔ ان کی زبان وقلم، عملی اقدام، فتاویٰ، اشعار، خطابت وتقریر، انتظامی امور اور منصوبوں میں دانش مندی کے جواہر آج بھی اپنی رنگت ونکہت باقی رکھے ہوئے ہیں۔

یہ کتاب اسی عظیم الشان اور رفیع المرتبت ذات کی حیات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے، ارباب قلم کے تاثرات بھی ہیں، منتخب کلام بھی، نثری تحریر بھی، اصلاحی مضمون بھی۔

توفیق احسن برکاتی

(۲ر فروری ۲۰۱۶ء شب پنج شنبہ)

سید العلماء سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم. اما بعد!

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے بڑی عمدہ بات کہی ہے:

"دنیا میں بڑے آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن کا ہم ادب واحترام کرتے ہیں، دوسرے وہ جن سے ہم محبت کرتے ہیں۔ ادب ہم ان اولوالعزم اور عالی حوصلہ مدبروں اور وطن پرستوں اور باکمال حکیموں اور ادیبوں کا کرتے ہیں جن کی حیرت انگیز جدوجہد، قربانیوں اور عظیم الشان کاموں اور تدبیروں نے اور جن کے علم وکلام نے عالم کو فیض پہنچایا اور سورج کی طرح تاریکیاں مٹائیں۔ محبت ہم ان سے کرتے ہیں جن کی پاک سیرت، خوش اطواری اور خوش اخلاقی دل کے موہنے میں وہی کام کرتی ہے جو چودہویں رات کی چاندنی، ان کے پاس سے جو اٹھا کچھ لے کر اٹھا اور ان کے پاس جو گیا کچھ بن کر آیا۔"

(بہ حوالہ ماہ نامہ ایوان اردو، دہلی، شمارہ ستمبر ۲۰۱۲ء ص: ۱۸)

بابائے اردو نے اعاظم زمانہ کی جن دو قسموں کا تذکرہ درج بالا تحریر میں کیا ہے اس کی روشنی میں ممدوح گرامی حضرت علامہ حکیم مفتی سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ کی مثالی شخصیت اور ان کے ہمہ جہت تاریخی کارنامے انہیں مذکورہ دونوں قسموں کے نمائندہ فرد کی حیثیت سے امتیازی نشان عطا کرتے ہیں۔ انہیں کسی ایک زمرے میں محصور نہیں کیا جاسکتا، ان کی بے پناہ کاوشات، عظیم الشان قربانیاں، اور ان کے ناخن تدبیر سے حل ہوئے لاتعداد مسائل اور فیض بخشی کی وجہ سے ہم ان کا ادب واحترام بھی کرتے ہیں، اور ان کی پاک طینتی، خوش اطواری اور خوش اخلاقی کے سبب ان سے سچی محبت بھی کرتے ہیں۔

راقم الحروف (احسن برکاتی) نے ایک جگہ لکھا ہے:

"وہ جلیل القدر، دوربین، دور اندیش، نکتہ داں، حق گو، حق آگاہ، حق بیں، حق شناس،

حقیقت بیان، صداقت شعار، سراپا ایثار، پرتو حیدرِ کرار شخصیت، جس نے اپنی حق بیانی، شیریں مقالی اور دینی وعلمی فتوحات کی بدولت تقریباً نصف صدی کو متاثر کیا ہے۔"

وہ یقیناً سیدالعلماء تھے، بہ قول شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ:

"دقیق سے دقیق علمی مباحث میں وہ نکتہ سنجیاں فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی، اس وقت اعتراف کرنا پڑتا کہ "سیدالعلماء" کا خطاب ان کے قامت زیبا ہی کے لیے وضع ہوا ہے۔"

(مقالات شارح بخاری، مرتبہ: مولانا عبدالحق رضوی وساحل شہ سرامی، طبع: گھوسی، ص:۱۸۴)

مفتی محمود احمد قادری خامہ فرسا ہیں:

"۱۹۵۸ء میں سنی مسلمانوں کی ملی، دینی اور سیاسی تنظیم کے لیے سنی جمعیۃ العلماء قائم کی، ذمہ داری کے احساس اور عمدہ کارکردگی کی بنا پر وقت تاسیس سے مستقل صدر ہیں، اعلیٰ درجہ کے خطیب، بہترین نثر نگار اور خوش فکر شاعر ہیں۔" (تذکرہ علمائے اہل سنت، ص:۵۹)

ڈاکٹر محمد ارشاد ساحلؔ شہ سرامی لکھتے ہیں:

"حضرت سیدالعلماء قدس سرہ بیک وقت محدث، مفسر، مفتی، نغز گو شاعر، حاذق حکیم، مدبر، اسلامی سیاست داں اور اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کے مالک عابد شب زندہ دار بزرگ تھے۔"

(سال نامہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ مقدسہ، جلد:۶، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص:۲۳۱)

اسم گرامی:

آپ کا پورا نام "آل مصطفیٰ اولاد حیدر"، عرفیت "سید میاں" اور لقب "سیدالعلماء" ہے،

ولادت:

۲۵/رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹/جون ۱۹۱۵ء بروز بدھ، بہ مقام مارہرہ مطہرہ میں،

سلسلہ نسب:

حضرت سیدالعلماء کا نسب نامہ پدری ونسب نامہ مادری دونوں جا کر حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ پر ملتے ہیں۔ سب سے پہلے دونوں سلسلۂ نسب ملاحظہ کرلیں:

شجرۂ پدری:

۱- حضرت سیدنا شاہ آل مصطفیٰ اولاد حیدر قادری علیہ الرحمہ

۲- حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہ

۳- حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ

۴- حضرت سید شاہ محمد حیدر قدس سرہ

۵- حضرت سید دلدار حیدر قدس سرہ

۶- حضرت سید منتجب حسین قدس سرہ

۷- حضرت سید ناظم علی قدس سرہ

۸- حضرت سید حیات النبی تاتو میاں قدس سرہ

۹- حضرت سید سید حسین قدس سرہ

۱۰- حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہ

۱۱- حضرت سید جان محمد قدس سرہ

۱۲- حضرت سید حاتم قدس سرہ

۱۳- حضرت سید بدرالدین عرف بدے میاں قدس سرہ

۱۴- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ

۱۵- حضرت سید پیارے میاں قدس سرہ

۱۶- حضرت سید حسن قدس سرہ

۱۷- حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہ

۱۸- حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہ

۱۹- حضرت سید جمال الدین قدس سرہ

۲۰- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ

۲۱- حضرت سید ناصر قدس سرہ

۲۲- حضرت سید مسعود قدس سرہ

۲۳- حضرت سید سالار قدس سرہ

۲۴- حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ (فاتح بلگرام)

۲۵-حضرت سید علی قدس سرہ

۲۶-حضرت سید حسین قدس سرہ

۲۷-حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہ

۲۸-حضرت سید ابوالفراس قدس سرہ

۲۹-حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہ (سادات زیدیہ بلگرام کے جدامجد)

۳۰-حضرت سید داؤد قدس سرہ

۳۱-حضرت سید حسین قدس سرہ

۳۲-حضرت سید یحییٰ قدس سرہ

۳۳-حضرت سید زید سوئم قدس سرہ

۳۴-حضرت سید عمر قدس سرہ

۳۵-حضرت سید زید دوم قدس سرہ

۳۶-حضرت سید علی عراقی قدس سرہ

۳۷-حضرت سید حسین قدس سرہ

۳۸-حضرت سید علی قدس سرہ

۳۹-حضرت سید محمد قدس سرہ

۴۰-حضرت سید عیسیٰ موتم اشبال قدس سرہ

۴۱-حضرت سید زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۲-حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۳-حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ

۴۴-حضرت سید السادات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم

زوج خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا (بنت)

۴۵-حضور سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شجرۂ مادری:

۱-حضرت سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر قادری قدس سرہ

۲-حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ لخت جگر شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا بنت

۳-حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہ

۴-حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہ

۵-حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ

۶-حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ

۷-حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ

۸-حضرت سید آل محمد قدس سرہ

۹-حضرت سید شاہ برکت اللہ (صاحب سلسلہ برکاتیہ)

۱۰-حضرت سید میر اویس قدس سرہ

۱۱-حضرت سید میر عبدالجلیل قدس سرہ

۱۲-حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ (صاحب سبع سنابل شریف)

۱۳-حضرت سید ابراہیم قدس سرہ

۱۴-حضرت سید قطب الدین قدس سرہ

۱۵-حضرت سید ماہرو قدس سرہ

۱۶-حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہ

۱۷-حضرت سید کمال قدس سرہ

۱۸-حضرت سید قاسم قدس سرہ

۱۹-حضرت سید حسن قدس سرہ

۲۰-حضرت سید نصیر قدس سرہ

۲۱-حضرت سید حسین قدس سرہ

۲۲-حضرت سید عمر قدس سرہ

۲۳-حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان (فاتح بلگرام)

حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمہ سے لے کر سرکار دوعالم سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے۔

خاندانی پس منظر:

حضور تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ جو بلا شبہہ خانوادۂ برکاتیہ کے مستند تاریخ نویس بھی تھے اپنی کتاب ''تاریخ خاندان برکات'' میں لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ہمارا نسب بواسطۂ حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تک پہنچتا ہے بادشاہان ظالم کے ظلم سے ہمارے دادا سید علی عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترک وطن فرما کر قریہ واسطہ میں جو ما بین عراق، عرب وعراق، عجم کے ہیں تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے، آپ کے احفاد سے حضرت سید ابو الفرح واسطی اپنے چار صاحب زادوں سید ابو نواس جد سادات بلگرام وسید ابو الفضائل وسید داؤد وسید معز الدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے، اور بعد قیام چندروزہ مع سید معز الدین پھر واسط کو مراجعت فرمائی اور باقی صاحب زادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا اور سید ابو نواس نے جاجیز اور سید ابو الفضائل نے چھاترود اور سید داؤد نے تہن پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ سید ابو نواس کے احفاد سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب ایماے سلطان شمس الدین التمش سری نام راجۂ بلگرام پر جو کافر سخت اور بڑا سرکش تھا جہاد فرمایا اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ چھ سو چودہ ہجری میں فتح پائی۔ سلطان نے اس فتح کے جلدو میں بلگرام مع اس کے توابع ولواحق کے آپ کی جاگیر میں دے دیا، حضرت نے اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھا اور وہاں شعار ومراسم اسلام کو رواج دیا اور اپنے توابع شیوخ فرشوری اور ترکمانوں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہیں سکونت اختیار فرمائی۔''

(تاریخ خاندان برکات، برکاتی پبلشر، کراچی، فروری ۱۹۸۷ء ص:۴، ۵)

بلگرام ہندوستان کے صوبہ اودھ کا مشہور ومعروف مردم خیز قصبہ ہے اور آج کل ضلع ہردوئی کے توابع میں ہے، بعد فتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ نے وہاں اکتیس برس عدل وانصاف، رعایا پروری، رشد وہدایت اور حکمرانی میں عمر شریف گزاری اور وہیں بروز دوشنبہ بوقت دوپہر چودہ

شعبان المعظم ۶۴۵ھ میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ حضرت میر سید صغریٰ کے دو صاحب زادے ہوئے، بڑے سید سالار اور چھوٹے سید عمر، والد کا انتقال ہوا تو سید عمر نے قرآن پاک لیا اور سید سالار نے اس قرآن پاک کی حفاظت کے لیے تلوار سنبھالی، ان دونوں کی اولادوں میں وہ صاحب کمال شخصیات اکابر علما وفضلا وکملا پیدا ہوئے جنھوں نے تاریخ میں اپنا نام روشن کیا۔

فتح بلگرام کے بعد سے سید محمد صغریٰ علیہ الرحمہ کا خاندان حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ تک بلگرام میں رہا۔ اس کے بعد حضرت میر عبد الواحد بلگرامی کے بڑے صاحب زادے حضرت سید شاہ میر عبد الجلیل (وفات: ۱۰۵۷ھ) ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ تشریف لائے، اسے آباد فرمایا، اس وقت سے آج تک حضرت کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔

مارہرہ اور میر عبد الجلیل بلگرامی مارہروی سے متعلق مولانا محمود احمد قادری نے اپنی کتاب ''حیات آل رسول'' میں یہ تفصیل دی ہے ملاحظہ فرمائیں:

''ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں ۶۹۹ھ میں مذکورہ بادشاہ کی اجازت سے راجہ بنی رام نے مارہرہ کی بنیاد ڈالی۔'' (ص:۲۹)

''میر سید عبد الواحد بلگرامی (متوفی ۱۰۱۷ھ) صاحب سبع سنابل کے صاحب زادے اور مارہرہ شریف میں سادات زیدیہ واسطیہ کی مشہور روحانی شخصیت حضرت میر سید عبد الجلیل بلگرامی مارہروی زیدی واسطی (متولد ۹۷۲ھ در بلگرام ہردوئی۔ متوفی ۱۰۵۷ھ) زیدی سادات میں سب سے پہلے مارہرہ تشریف لائے، آپ حالت جذب ووارفتگی میں جنگل جنگل گھومتے پھرتے، بلگرام سے ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ کے قریب اترنجی کھیڑہ پہنچے، یہاں ایک مرد غیب نے شیر برنج کھلا کر ارشاد فرمایا: یہاں سے قریب ایک شہر مارہرہ نام کا آباد ہے، بارگاہ الٰہی اور دربار رسالت پناہی سے وہاں کی ولایت تم کو عطا ہوئی ہے، وہاں جاکر رہو اور ارشاد وہدایت خلق میں مشغول ہو۔'' اور حضرت کا ارادہ مارہرہ کا ہوا، ادھر چودھری وزیر خان رئیس مارہرہ نے تین بار خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی اور چودھری صاحب کو حکم رسالت ملا کہ میری اولاد سے تیرا پیر یہاں کا صاحب ولایت اترنجی کھیڑہ پر ہے، مشرق کی طرف سے آرہا ہے، اس کا

استقبال کر کے لے آؤ، چودھری صاحب نے حکم رسالت پر عمل کیا اور اپنے دیوان خانے میں ٹھہرایا اور بیعت کی اور تھوڑے عرصے کے بعد حضرت سید بدر الدین شہید صاحب ولایت مارہرہ نے ارشاد فرمایا: ''ہم اور تم ایک جگہ رہیں'' چودھری صاحب کی صلاح سے اس جگہ پر محل سرائے، دیوان خانہ، مسجد و خانقاہ بن گئی اور حضرت میر عبدالجلیل کے متعلقین بھی بلگرام سے آ گئے، یہاں قریب اکتالیس برس خلق کی ہدایت فرمائی اور بدعات و قبائح کا قلع قمع کیا، آٹھویں صفر المظفر دوشنبہ بعد نماز فجر ۱۰۵۷ھ بعہد شاہ جہاں بادشاہ وصال فرمایا اور اپنی خانقاہ (مارہرہ) میں مدفون ہوئے جو درگاہ پیر کہلاتی ہے۔

(مفتی محمود احمد قادری، حیات آل رسول ملخصاً، ص:۲۹ تا ۳۱)

مذکورہ بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۱۷ھ میں میر عبدالجلیل بلگرامی کی مارہرہ آمد سے پہلے ہی یہاں مسلمان موجود تھے بلکہ ایک صاحب ولایت بزرگ سید بدرالدین بھی یہیں پر رہتے تھے۔

حضرت تاج العلماء فرماتے ہیں:

''حضرت سید شاہ عبدالجلیل نے وہیں (مارہرہ) سکونت مستقلہ اختیار فرمائی، حضرت نے تقریباً اکتالیس برس بہدایت وارشاد مارہرہ میں قیام فرمایا۔''

(تاریخ خاندان برکات، برکاتی پبلشر، کراچی، فروری ۱۹۸۷ء ص:۱۰)

حضرت سید میر عبدالجلیل بلگرامی مارہروی علیہ الرحمہ نے اپنا دوسرا عقد مارہرہ مطہرہ کے بخاری سادات کی ایک صاحب زادی سے فرمایا، جن سے دو صاحب زادے ہوئے اور جوانی ہی میں آپ کی حیات میں عالم جذب میں گھر سے نکل گئے، اور پھر ان مسافران راہ سلوک کا پتہ نہ چلا۔ پہلی بلگرامی بیوی صاحب سے آپ کے چار بیٹے سید ابوالفتح، سید اویس، سید محمد اور سید ابوالخیر صاحبان رحمۃ اللہ علیہم اور دو بیٹیاں تھیں۔ آپ کے دوسرے صاحب زادے سید اویس قدس سرہ العزیز سے ہی مارہرہ مطہرہ برکاتیہ خانوادہ چل رہا ہے۔ آپ کے دوسرے صاحب زادگان کی اولاد بلگرام وغیرہ میں ہیں۔ حضرت سیدنا شاہ اویس قدس سرہ (متوفی ۱۰۹۷ھ) کے تین صاحب زادے حضرت شاہ سید برکات اللہ، حضرت سید شاہ عظمت اللہ اور حضرت سید شاہ رحمت اللہ علیہم الرحمۃ والرضوان اور دو صاحب زادیاں تھیں۔

سید شاہ اویس قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کی ولادت ۲۶/ جمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ کو بلگرام میں ہوئی، بچپن کا زمانہ والد ماجد اور دیگر بزرگان خاندان کی آغوش تربیت میں گزارا، آپ کے والد ماجد نے اپنے وصال (۲۰/ رجب، ۱۰۹۷ھ) سے پہلے شاہ صاحب کو سجادہ نشینی اور سلاسل آبائی قدیم چشتیہ وسہروردیہ وقادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی، اس کے بعد کالپی شریف کے مشہور زمانہ بزرگ سید شاہ فضل اللہ علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت سلاسل عالیہ قادریہ وچشتیہ وسہروردیہ ونقش بندیہ، ابوالعلائیہ ومداریہ بدیعیہ حاصل کی اور صاحب البرکات کا خطاب پایا۔ سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ نے ۱۰۹۷ھ کے بعد بلگرام کی سکونت ترک فرمادی اور مارہرہ کو مسکن بنایا۔ آپ کے دادا میر سید عبدالجلیل قدس سرہ مارہرہ کو اپنا وطن بنا چکے تھے، شاہ صاحب قبلہ نے مارہرہ میں اپنے دادا کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ مگر ایک شریر قوم گوندل کی ہمسائیگی پسند نہ فرما کر ۱۱۱۸ھ میں قصبہ سے باہر نئی آبادی کی بنیاد ڈالی اور مسجد و خانقاہ کی تعمیر فرمائی، اس جدید آبادی کا نام ''پیم نگر برکات نگری'' رکھا، جو ''میاں کی بستی'' کے نام سے موسوم ہے۔ اور جہاں اب تک آپ کی اولاد آباد ہے۔ آپ ہی کے دو صاحب زادگان، حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ اور حضرت سید شاہ نجات اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مارہرہ مطہرہ کی دو سرکاروں، سرکار کلاں اور سرکار خورد کا آغاز ہوتا ہے اور اس کی شاخیں پھیلتی ہیں۔

حضرت شاہ سید برکت اللہ قادری علیہ الرحمہ ایک عرصہ تک تشنگان بادۂ وحدت کو جام معرفت سے سیراب کرنے کے بعد شب عاشورہ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ مطابق ۷/ اگست ۱۷۲۹ء کو وصال فرما گئے۔

مارہرہ مطہرہ میں جہاں آپ مدفون ہوئے اور جو آج درگاہ شاہ برکت اللہ کے نام سے معنون ہے اس کی تعمیر نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ والیِ فرخ آباد نے شجاعت خان ناظم کے زیر اہتمام کرائی۔ اب یہیں سے سلسلہ برکاتیہ اور خانوادۂ برکاتیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ برکات نگری کی خاک سے علم و عمل، رشد و ہدایت، فضل و کرامت اور شریعت و طریقت کے ایسے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے اور اپنی علمی وروحانی خدمات اور دینی و مذہبی کارہائے نمایاں سے تاریخ کو حیران کر دیا، حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی قدس سرہ کے بعد اس خانقاہ برکاتیہ کو

رونق بخشنے والوں میں جن اعاظم زمانہ کا نام سرفہرست ہے وہ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

(۱)-استاد المحققین حضرت سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ

(ولادت ۱۱۱۱ھ-وفات:۱۱۶۴ھ)

(۲)-محبوب العاشقین حضرت سید شاہ حمزہ قادری قدس سرہ

(ولادت:۱۱۳۱ھ-وفات:۱۱۹۸ھ)

(۳)-قطب العارفین حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ

(ولادت:۱۱۶۰ھ-وفات:۱۲۳۵ھ)

(۴)-خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ

(ولادت:۱۲۰۹ھ-وفات:۱۲۹۶ھ)

(۵)-حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ

(ولادت:۱۲۵۵ھ-وفات:۱۳۲۴ھ)

(۶)-حضرت ابوالقاسم سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی قدس سرہ

(ولادت:۱۲۷۲ھ-وفات:۱۳۴۷ھ)

(۷)-تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ

(ولادت:۱۳۰۹ھ-وفات:۱۳۷۵ھ)

ساتویں نمبر کے بزرگ تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ حضرت ابوالقاسم سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی قدس سرہ کے چھوٹے صاحب زادے ہیں، آپ کو اپنے نانا حضور سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ اور والد ماجد سیدنا شاہ محمد اسماعیل حسن نور اللہ مرقدہ سے خلافت واجازت حاصل تھی، آپ کو خانوادۂ برکاتیہ کا مستند تاریخ نویس اور مجدد برکاتیت بھی کہا جاتا ہے، آپ صاحب تصنیف کثیرہ بزرگ ہیں، ڈاکٹر محمد ارشاد ساحل شہ سرامی نے اپنے مقالہ ''مشائخ مارہرہ کی تصنیفی خدمات'' مشمولہ سیدین نمبر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور (ص:۳۳۷) میں حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ کی ۳۹ تصانیف کی فہرست دی ہے۔ اور اپنے ایک دوسرے تحقیقی مقالے ''خانوادۂ برکات کی علمی وادبی خدمات'' مشمولہ اہل سنت کی آواز،

شمارہ ۶، اکتوبر ۱۹۹۹ء (ص:۱۲۵) میں آپ کی ۴۲ تصنیفات وتالیفات کا موضوعاتی خاکہ پیش کیا ہے۔ والد ماجد حضرت شاہ سید محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات ہی میں اپنے سلسلے کا سجادہ نشین حضرت تاج العلماء کو بنا دیا تھا۔ اس کے مطابق حضرت شاہ سید ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر حسب دستور قدیم خاندان برکاتیہ آپ سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر رونق افروز ہوئے۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اپنے والد ماجد قدس سرہ کی تحریک کو حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پوری توانائیوں کے ساتھ چلایا اور آپ کی علمی وروحانی توانائیوں کی بدولت سلسلہ برکاتیہ کے وابستگان کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔'' آگے مزید لکھتے ہیں:

''مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مرشد کا آستانہ جیسے ان کے مرشد کے عہد پاک میں مرکزی آستانہ تھا، حضرت تاج العلماء کی بدولت پھر دنیا کو اس کی مرکزیت تسلیم کرنی پڑی۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اعظم گڑھ، اکتوبر ۲۰۰۲ء ص:۳۰۷)

حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ بہت زبردست عالم، عظیم مفتی، محدث، مفسر، کثیر المطالعہ بزرگ تھے، حافظہ قوی تھا، انتہائی ذہین، فطین، نکتہ رس، طباع تھے، جس پر ان کی تحریرات شاہد ہیں لیکن آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے بہت متاثر تھے، اس کے باوجود کہ امام احمد رضا سے کچھ پڑھا نہیں تھا مگر انہیں اپنا استاد سمجھتے تھے، ایک جگہ خود ہی تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر وبرتر اپنا استاد جانتا ہے۔ ان کی تقریرات وتحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی وعلمی حاصل ہوئے اور چوں کہ تقریر وتحریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری ومعنوی، شرعی وعرفی سے منزہ ومبرا ثابت ومحقق ہوا لہٰذا فقیر بھی تا بہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔''

(تاریخ خاندان برکات، برکاتی پبلشر، کراچی، فروری ۱۹۸۷ء ص:۶۶)

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک فرزند بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے اس

کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی لہٰذا آپ نے اپنے بھانجوں، سیدالعلماء حضرت علامہ سید شاہ آل مصطفیٰ قادری اولاد حیدر، احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن اور حضرت سید شاہ مرتضیٰ حیدر حسین کو مثل اولاد پالا، خانقاہ برکاتیہ کی سجادگی و تولیت حضور نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد حضور سید مہدی میاں، حضور سید محمد اسماعیل حسن اور حضور تاج العلماء علیہم الرحمہ سے ہوتی ہوئی حضور سیدالعلماء اور حضور احسن العلماء قدس سرہ تک آئی اور ان دونوں بزرگ بھائیوں کی ہمہ جہت کاوشوں اور روحانی توانائیوں کی بدولت سلسلہ برکاتیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا اور خانوادۂ برکاتیہ کو شہرت دوام ملی۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''حضرت تاج العلماء کے بعد ان کے پروردہ و تربیت یافتہ حضرت سیدالعلماء مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ اور احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب کی بدولت آج دنیا کا گوشہ گوشہ براہ راست اس آستانہ سے وابستہ ہے، جن کی صحیح تعداد کا معلوم کرنا مشکل ہے۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص: ۳۰۷)

تحصیل علم کا آغاز:

سیدالعلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری مارہروی قدس سرہ کی تعلیم و تربیت سے متعلق شہزادۂ سیدالعلماء سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی لکھتے ہیں:

''حضور سید میاں چوں کہ خاندان میں اپنی نسل کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ اس لیے سب کی آنکھوں کا تارا تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے نانا شاہ جی میاں یعنی سید شاہ اسماعیل حسن صاحب اپنے نواسے پر جان چھڑکتے تھے۔ سید میاں کی پرورش و پرداخت کا ذمہ خود نانا نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پھر اس نقیب برکاتیت کی تربیت خانقاہ عالیہ کے مقدس اور اللہ والے ماحول میں ہوئی، زمینداری کا زمانہ تھا، ۲۷/دیہات کی مال گزاری درگاہ برکاتیہ کے لیے بندھی ہوئی تھی، نانا جان بھی ظاہری و باطنی اعتبار سے صاحب ثروت تھے، نواسے کی تربیت اور پرورش شہزادوں کی طرح کی۔ اپنے سے کبھی جدا نہ ہونے دیتے تھے، یہاں تک کہ کبھی دادیہال میں بھیجتے تو تاکید فرمادیتے کہ زیادہ دیر وہاں نہ رکیں۔

دادا سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ کو اپنے پوتے کے بہترین مستقبل کی خاطر یہ سب کچھ گوارا تھا۔

نواسا جب چار سال چار ماہ چار دن کا ہوا تو نانا شاہ جی میاں صاحب نے پورے شرعی اہتمام سے تسمیہ خوانی کا جشن کیا۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کی تحریر کی ہوئی بسم اللہ شریف ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ سارے بچے اس کو سامنے رکھ کر بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ سید میاں کو بھی علم کا پہلا جام بغدادی میخانہ سے ہی پلایا گیا۔ تسمیہ خوانی کے بعد علم دین کا سفر شروع ہوا، اس سفر کا پہلا مرحلہ تھا حفظ قرآن، جو سید میاں نے سات آٹھ سال کی چھوٹی سی عمر میں طے کرلیا۔ شروع کے پارے والدہ ماجدہ نے از بر کرائے پھر حافظے کی تکمیل حافظ عاشق علی صاحب برکاتی نے کرائی۔ حافظ سلیم الدین صاحب کی اعانت بھی شامل رہی، اسی چھوٹی سی عمر میں مسجد جامع برکاتی میں پہلی محراب سنائی، سامع تھے نانا جان شاہ جی میاں صاحب۔ فارسی کی پہلی کتاب اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھی۔ نانا حضرت اور خال محترم سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا، تفسیر قرآن، علم حدیث، منطق، علم کلام، صرف و نحو اور ادب عالیہ میں کمال حاصل کیا۔ جامعہ معینیہ اجمیر مقدس میں حضور صدرالشریعہ،، شیخ الطریقۃ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی چہیتے شاگرد رہے، استاد محترم کی اجازت خاص تھی کہ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ جب چاہیں درس لے سکتے ہیں۔ مولوی، عالم (دینیات میں پوسٹ گریجویشن کی ڈگری کے برابر) کی سند پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی، طیبہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ادویۂ ہندی و یونانی اور عمل جراحی میں ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس کا ڈپلوما لیا۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارکپور، اکتوبر ۲۰۰۲ء ص: ۴۷۳، ۴۷۴)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف صدرالشریعہ قدس سرہ ہی کی وجہ سے ان کو اجمیر مقدس بھیجا گیا تھا۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پہلے حضرت صدرالشریعہ کے وہاں مفاوضۂ عالیہ امضا فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھانجے سید آل مصطفیٰ سلمہ کو آپ کی خدمت میں تعلیم کے لیے بھیجوں۔ حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ نے بہ خوشی بلکہ بصد خوشی اسے منظور فرمایا۔ عریضہ میں تحریر فرمایا کہ ''صاحبزادے صاحب تشریف لائیں، میرے پاس جو کچھ ہے ان کے جد امجد کا

عطیہ ہے، یہ ان کی امانت ہے تشریف لا کر اپنی امانت مجھ سے واپس لے لیں۔'' حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پھر مفاوضۂ عالیہ امضا فرمایا کہ سید آل مصطفیٰ فلاں ٹرین سے فلاں وقت اجمیر شریف پہنچ رہے ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ بہ نفس نفیس مع چند تلامذہ کے حضرت سیدالعلماء کو اسٹیشن لینے تشریف لے گئے اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ ان کو لائے اور ان کے طعام کا بندوبست اپنے گھر کیا۔ تین دن کے بعد حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ نے حضرت سیدالعلماء سے دریافت فرمایا: صاحبزادے! آپ کس لیے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا: اب جب کہ آپ پڑھنے کے لیے آئے ہیں تو طالب علموں کی طرح رہنا ہوگا۔ اس قیمتی لباس کے بجائے معمولی سادہ لباس پہننا ہوگا اور شہزادگی کا تصور ختم کر کے ایک طالب علم کا ذہن بنانا ہوگا۔

حضرت صدرالشریعہ خود بازار تشریف لے گئے، معمولی کپڑا خریدا اور سلوایا، پہنایا اور پھر تعلیم شروع کی۔ پہلی بار جب حضرت صدرالشریعہ کی درس گاہ میں تشریف لے گئے۔ (صدر الشریعہ) کھڑے نہ ہوئے جب کہ اس سے قبل جب حضرت سیدالعلماء تشریف لاتے ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے، دست بوسی فرماتے، اپنی جگہ بٹھاتے۔ حضرت سیدالعلماء جب پہلی بار درس گاہ میں آئے تو حضرت صدرالشریعہ تعظیم کے لیے کھڑے کیا ہوتے، ملے بھی نہیں اور طلبہ کی صف میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت سیدالعلماء طلبہ کے ساتھ بیٹھ گئے مگر چہرے پر کچھ دوسرے آثار تھے، حضرت صدرالشریعہ بھانپ گئے اور فرمایا: صاحبزادے! تعلیم اور اخذ فیض کے لیے ضروری ہے کہ آپ طالب علم اور متعلم کی طرح رہیں اور جب تک آپ تعلیم جاری ہے ایک طالب علم کا مزاج رکھتے ہوئے محنت سے پڑھیں۔ حضرت سیدالعلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے سنا اور جب تک زیر تعلیم رہے ایک نیازمند طالب علم کی طرح زندگی گزاری، اسی کا نتیجہ ہے کہ سیدالعلماء ہوئے۔'' (مفتی محمد شریف الحق امجدی، مقالات شارح بخاری، مرتبہ: مولانا عبدالحق رضوی وساحل شہسرامی، مطبوعہ: گھوسی، ص: ۱۸۹، ۱۹۰)

اس تعلق سے سیدالعلماء خود بیان فرماتے ہیں:

''میں نے فقیہ اعظم ہند حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے درسیات نظامیہ کی

مکمل تعلیم حاصل نہیں کی۔ لیکن حضرت صدرالشریعہ مجھ پر کافی شفقت ورافت فرماتے اور حد درجہ میری تعلیم وتربیت کا خیال رکھتے، اسی اثنا میں میں نے آپ سے ہدیہ سعیدیہ کی تعلیم حاصل کی تا کہ ان کے تلامذہ کی فہرست میں میرا بھی نام آجائے اور میں ان کی کفش برداری پر فخر کر سکوں۔'' (سیدین نمبر، ص: ۱۸۷۔ بحوالہ ماہ نامہ فیض الرسول، شیخ العلماء نمبر، ۱۹۷۷ء)

طب کی تحصیل:

درس نظامی سے فراغت کے بعد حضرت سیدالعلماء قدس سرہ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جا کر شاہی حکیم عبداللطیف لکھنوی سے علم طب کی تحصیل کی اور اس کا فائدہ عوام تک پہنچانے کی غرض سے سید میاں مارہرہ مطہرہ میں مطب کرتے رہے، خانقاہ شریف کے سامنے سڑک پر جو بڑا گیٹ ہے اس کے اوپر آپ کا مطب تھا۔ دوا اور دعا کا سنگم ہوا تو مریضوں کو شفا تقسیم ہونے لگی، حکمت چلی اور خوب چلی۔ دیہات سے دور دراز کا سفر طے کر کے لوگ مارہرہ مطہرہ آتے اور خانقاہ برکاتیہ کے مطب سے فیض یاب ہو کر لوٹتے۔

بیعت وخلافت:

حضور سیدالعلماء کی خاندان کے جن بزرگوں سے بیعت وخلافت ہے وہ یہ ہیں:

نانا سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں، ماموں تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں، خالو سید شاہ مہدی حسن علیہم الرحمۃ والرضوان۔ اس کی جو تفصیل آپ کے فرزند سید حسنین میاں نظمی مارہروی نے اپنے مقالہ ''نقیب مسلک برکاتیت: سیدالعلماء علیہ الرحمۃ'' مشمولہ سیدین نمبر میں دی ہے اس کا خلاصہ نذر قارئین ہے:

''نانا جان شاہ جی میاں نے اپنے پیارے نواسے کو تیرہ سال کامل خانقاہی تربیت عطا فرمائی، اپنی بیعت کے ساتھ ساتھ خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ نانا کے وصال کے بعد سید میاں کی تربیت خال محترم تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ نے اپنے ذمہ لی۔ سونے کو کندن بنانے میں جو کسر رہ گئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ تقریر وخطابت کا آغاز خانقاہ ہی سے ہو گیا تھا۔ ۱۰ر ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ کے مبارک دن خال محترم نے اپنے چہیتے بھانجے کو خلافت سے نوازا۔'' (سیدین نمبر، ص: ۴۷۴) (آگے وہ خلافت نامہ لکھا گیا ہے۔)

مارہرہ مطہرہ میں خاندان کے سارے بزرگوں کی شفقت سید میاں کے حصے میں بھرپور طریقے سے آئی تھی۔حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کے چچازاد بھائی اور سید میاں کے سگے خالو حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رب تعالیٰ کے حکم سے اولاد نرینہ سے محروم تھے،اس لیے انہوں نے سید میاں کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا تھا اور باپ سے زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔سید شاہ مہدی میاں صاحب کے مزاج پر جذب غالب تھا،سید میاں کو اپنا جانشین اور وصی مقرر فرمایا،عرس نوری کے موقع پر اپنے مکان سجادگی کی چوکھٹ پر سید میاں کو کھڑا کر کے ہزاروں کے مجمع میں انہیں اپنا سجادہ قرار دیا اور اپنی مسند پر بٹھا کر مریدوں سے نذریں دلائیں۔اسی پر نہیں بلکہ اپنے دست مبارک سے سید میاں کے نام ایک شفقت نامہ بھی تحریر فرمادیا۔'' (سیدین نمبر،ص:۴۷۵) (آگے وہ شفقت نامہ درج ہے۔)

''ادھر خال محترم سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید میاں کو خلافت واجازت سے تو سرفراز فرمایا ہی،خاندانی روایات کے پیش نظر کتاب مستطاب ''النور و البھا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء'' (سن تالیف تاریخی ۱۲۰۷ھ) مؤلفہ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کے سرورق پر اپنے دست مبارک سے خاندان کے جملہ اوراد واشغال واعمال کی اجازت تحریر فرمادی۔(سیدین نمبر،ص:۴۷۶)

آگے کتاب مذکورہ کے صفحہ۲ پر تحریر کیا ہوا اجازت نامہ درج کیا گیا ہے۔اس کے بعد تحریر کیا ہے کہ:''سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کے بزرگوں نے بھرپور پیار دیا اور جی بھر کر نوازا۔ ایک خالو سید شاہ مہدی حسن صاحب قدس سرہ اپنی روحانی اور مالی وراثت کا مالک بنا ہی چکے تھے، دوسرے خالو اور خانقاہ کی تیسری گدی کے وارث سید شاہ ارتضیٰ حسین صاحب قادری نے بھی سید میاں کو اپنا بیٹا بلکہ بیٹے سے زیادہ چہیتا بنا کر اپنا سب کچھ ان کے نام لکھ دیا۔''(ص:۴۷۷)

اس کے بعد قریب پانچ صفحات پر مشتمل سید شاہ ارتضیٰ حسین قادری عرف پیر میاں کا تحریر کردہ مکتوب نقل کیا گیا ہے جس میں اس حق ملکیت کا تذکرہ بڑے واضح لفظوں میں کیا گیا ہے۔

حضور سید العلماء کی ہمہ جہت دینی خدمات

ممدوح گرامی حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کی

اولوالعزم ذات اور ہر اعتبار سے مثالی شخصیت کے جن پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاسکتی ہے وہ ہیں تصلب فی الدین،استقامت علی المذہب،علمی جلالت،تنظیمی صلاحیت،فتویٰ نویسی، تقریر و خطابت،تصنیف و تالیف،ذوق شعر و ادب،بحث و مناظرہ،امام احمد رضا سے عشق و محبت، مسلک رضا کی کامیاب ترجمانی،احترام علما و مشائخ،مدارس اسلامیہ کی سرپرستی اور تحریک اشرفیہ سے وابستگی وغیرہا۔

بمبئی میں ورود:

ہم نے ماقبل کی سطور میں لکھا ہے کہ آپ نے تقریر و خطابت کا آغاز خانقاہ ہی سے کر دیا تھا اور اس فن میں بہ تدریج کمال حاصل ہوتا گیا،کامیاب مطب کے بعد آپ کی باقاعدہ عملی زندگی اور دینی خدمات کا آغاز سرزمین بمبئی میں تشریف آوری سے ہوتا ہے،بمبئی کے اہل سنت اور مسلک حق بلکہ پورے ہندوستان کی سنیت کے لیے ایک مؤثر آواز کی شکل میں ممبئی میں ورود مسعود سب کے لیے نیک فال ثابت ہوا،جس ستارے کو خانقاہ برکاتیہ کے اکابرین نے رشک قمر بنایا تھا اس کی چمک دمک سرزمین بمبئی میں آ کر نکھرنے لگی اور دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔بمبئی آمد سے متعلق سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی رقم طراز ہیں:

''حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ ۱۹۴۹ء میں بمبئی تشریف لے گئے یہاں کی جماعت بکر قصابان نے سید میاں کو بمبئی کی مسجد کھڑک کی امامت کی پیش کش کی جو سید میاں نے قبول کر لی۔اس طرح مارہرہ کا سید شہر ممبئی کی گہما گہمی کا ایک جزو بن گیا''

(ماہنامہ اشرفیہ،سیدین نمبر،مبارک پور،اکتوبر ۲۰۰۲ء،ص:۴۸۵،۴۸۶)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل نے حضرت سید العلماء قدس سرہ کو اس لیے نہیں پیدا فرمایا تھا کہ وہ ایک چھوٹے سے قصبے میں بیٹھ کر مطب کریں بلکہ اللہ عزوجل نے انہیں پورے ہندوستان کے سنیوں کی قیادت کے لیے پیدا فرمایا تھا،اسی سبب ممبئی میں ورود ہوا''

(مقالات شارح بخاری،مطبوعہ:گھوسی،ص:۱۹۲)

یقیناً یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک عظیم خانقاہ کا پروردہ خانقاہ کے عیش وآرام کو چھوڑ کر

بمبئی جیسی سنگلاخ زمین کا رخ کرتا ہے اور ایک چھوٹی مسجد کی امامت وخطابت کو ترجیح دیتا ہے لیکن ایسا ممکن ہوا اور دنیا نے دیکھا کہ سیدالعلماء علیہ الرحمہ نے جس نیک نیتی اور جذبۂ دروں کے ساتھ خدمت دین اور فروغ اہل سنت کے جس میدان میں قدم رکھ دیا اس میں انہیں بے پناہ کامیابیاں میسر آئیں اور جماعت اہل سنت کو سربلندی نصیب ہوئی۔

رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر مارہروی (شہزادۂ حضور احسن العلماء) رقم طراز ہیں:

''کیا ہماری جماعت حضور سیدالعلماء کی اس قربانی کو فراموش کرسکتی ہے کہ وہ ذات اپنی خانقاہ اور حلقۂ مریدین کو چھوڑ کر جماعت کی شیرازہ بندی کی خاطر ممبئی کی ایک مسجد کی امامت کو فوقیت دے دی ہے۔ نیت ثابت اور صاف تھی، محنت رنگ لائی، پورے اہل سنت و جماعت کو ایک پلیٹ فارم پر لے آئے، نتیجتاً جماعت اہل سنت کا قد اونچا ہوا، ہمیں ایک نئی شناخت حاصل ہوئی۔'' (اداریہ، اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ، جلد: ۱۸، نومبر ۲۰۱۱ء ص: ۱۶)

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا قیام:

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء، شہر ممبئی میں ۱۹۵۸ء میں قائم ہوئی۔ قیام کا پس منظر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ یوں واضح فرماتے ہیں:

''غازی ملت (مفتی محبوب علی رضوی) کے کیس کے دوران اہل سنت کے حساس افراد نے یہ دیکھا کہ ہم اہل سنت کی کوئی مضبوط تنظیم نہیں۔ ہمارے بالمقابل دیوبندیوں کی بہت مستحکم تنظیم ''جمعیۃ العلماء'' ہے۔ غازی ملت کے کیس میں جمعیۃ العلماء نے قدم قدم پر دیوبندی فتنہ گروں کی قیادت کی تھی، بمبئی کے سارے اہل سنت نے بالاتفاق یہ طے کرلیا کہ اہل سنت کو بھی اپنی ایک مضبوط اور مستحکم تنظیم قائم کرلینی چاہیے۔ چناں چہ تمام عمائد اہل سنت بشمول مفتی اعظم ہند کے مشورے سے ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے بالاتفاق پہلے صدر حضرت سیدالعلماء منتخب ہوئے اور تاحیات صدر رہے۔ حضرت سیدالعلماء نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے ذریعے اہل سنت کی کتنی نمایاں خدمات انجام دیں، یہ ایک لمبی داستان ہے۔''

(مقالات شارح بخاری، مطبوعہ: گھوسی، ص: ۱۹۴)

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی تاسیس ۱۹۵۸ء میں عمل میں آئی، حضور شیر بیشۂ سنت اور

حضور سیدالعلماء علیہما الرحمۃ والرضوان نے اس جماعت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا تھا، اس کے قیام میں جماعت اہل سنت کے اکابرین کی دعائیں اور مشورے شامل تھے، اس جماعت کے سرپرست تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی اور شہنشاہ خطابت حضور محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی تھے اور صدر بالاتفاق حضور سیدالعلماء سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی علیہ الرحمہ کو چنا گیا تھا، پورے ہندوستان میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی شاخیں قائم کی گئیں۔ ڈاکٹر محمد ارشاد ساحلؔ شہ سرامی لکھتے ہیں:

''۱۹۵۸ء میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء مسلمانوں کے دینی، مذہبی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور معاشرتی مسائل کے حل کرنے اور انہیں ہر موڑ پر آگے لانے کے لیے عمل میں آئی۔ حضرت سیدالعلماء مولانا حکیم سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں آپ کی جامعیت، کمالات اور ذاتی اعلیٰ تنظیمی خصائص کی بنا پر اس تنظیم کی صدارت کی شہ نشینی پیش کی گئی۔ آپ نے اکابرین ملت کے اصرار اور اصلاحات کے تئیں ذاتی رجحانات کے پیش نظر اسے قبول فرمایا اور تاحیات اس عظیم منصب کی ذمہ داریوں کے احساس اور شاندار اصلاحی خدمات کی بنیاد پر اس کے صدر نشین رہے۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی شاخیں پورے ہندوستان میں قائم کی گئیں، جس نے ہندوستانی مسلمانوں کے واسطے مذہبی اور سیاسی سطح پر عظیم الشان نمایاں کارنامے انجام دیے۔ اس تنظیم کے مقاصد بہت واضح اور شرعی اصولوں پر مبنی تھے۔''

(اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ شمارہ ۶، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص: ۲۳۶)

سرزمین بمبئی میں سنی جمعیۃ العلماء کے زیر اہتمام ہونے والی ایک اہم تاریخی تنظیمی کانفرنس میں وقت کے جید علما و مشائخ، پیران طریقت اور خطبا و مناظرین کا اجتماع دیکھ کر رئیس القلم علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

''اس نعمت کبریٰ کو ہم جماعت کی خوش بختی ہی سے تعبیر کریں گے کہ صف اول کے اکابر کی اب گراں قدر توجہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے چھ کروڑ اہل سنت کی تنظیم (سنی جمعیۃ العلماء) کی طرف منعطف ہوگئی۔''

(ماہ نامہ جام نور دہلی، رئیس القلم نمبر، جون، جولائی، اگست ۲۰۰۲ء، ص: ۱۸۹)

ہندوستان بھر کے اکابرین اہل سنت میں حضور مفتی اعظم ہند، برہان ملت، سیدالعلماء، حافظ ملت، مجاہد ملت، سلطان المتکلمین، پاسبان ملت، محبوب العلماء، اشرف العلماء، اورطوطی ہند وغیرہم کے اسما قابل ذکر ہیں، جنھوں نے اس عظیم الشان کانفرنس کو زینت بخشی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کس معیار کی تحریک تھی اوراس کا دائرہ کار کتنا وسیع اور پراعتماد تھا۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا میدان عمل مذہبی اور سیاسی دونوں تھا، یہ ممبئی میں اہل سنت کی واحد تنظیم تھی جس سے تقریباً تمام سنی مساجد، مدارس اور جماعتیں وابستہ تھیں۔

اس ضمن میں علامہ بدرالقادری لکھتے ہیں:

''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء دراصل پراگندہ ذہن مسلمانان اہل سنت کی جمعیت خاطر کا ایک مرکز تھا تاکہ الیکشن اور دیگر مواقع پر مسلمانان اہل سنت اپنے مقتدر علما اور سربراہان ملت کی ہدایات کے مطابق اقدامات کریں۔'' (سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، ص:۶۶۹)

سنی جمعیۃ العلماء کی برانچ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کان پور کے زیر اہتمام ۱۹۶۳ء میں حلیم مسلم کالج کے گراؤنڈ پر ایک سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں ملک کے بہترین دماغ اوراعلیٰ صلاحیتیں مجتمع تھیں۔ اس کانفرنس کے آخری اجلاس کی صدارت سیدالعلماء قدس سرہ نے فرمائی، اس میں آپ نے جو خطبۂ صدارت پیش فرمایا تھا وہ متعدد بار کتابی شکل میں چھپ چکا ہے، اپنے خطبۂ صدارت کے آخیر میں اپنی قوم کو پیغام بیداری دیتے ہوئے فرماتے ہیں، توجہ سے پڑھیں اوران نکات پر سنجیدگی سے غور کریں:

''محترم حضرات! اب وقت سونے کا نہیں رہا، زمانہ اپنی برق رفتاری سے گزرتا جارہا ہے، اور ملک کی شاطر جماعتیں اپنی نت نئی شاطرانہ حرکتوں سے ہمارے جماعتی نظام کو منتشر کردینا چاہتی ہیں۔ اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی پائمالی نہ ہونے پائے تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہر جگہ سنی جمعیۃ العلماء کی شاخوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ ممبر سازی کرکے یہ واضح کردیا جائے کہ ملک کی رائے عامہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے ساتھ ہے۔'' (خطبۂ صدارت، اجلاس سوم، ص:۱۵)

حضور سیدالعلماء علیہ الرحمہ کو سنی جمعیۃ العلماء سے عشق کی حدتک لگاؤ تھا اور یہی وجہ ہے کہ

آپ ہر وقت اس کے دست وبازو بن کر جماعت اہل سنت کا قد اونچا کرتے رہے اور دینی وملی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۴ء میں بعض سنی حلقوں کی طرف سے جب آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے بالمقابل ایک دوسری جماعت کی تشکیل کی بات شروع ہوئی تو تمام اتحاد پسند علمائے اہل سنت کو اس کا افسوس بھی ہوا اور غم بھی مگر اس المیہ کا سب سے زیادہ اثر حضور سیدالعلماء کی ذات پر ہوا۔ صحافی اہل سنت حضرت علامہ طیش صدیقی کانپوری لکھتے ہیں:

''سید میاں کو جمعیت سے عشق تھا، پیار تھا، محبت تھی، ۱۹۷۴ء کے شروع میں جب بعض حلقوں کی طرف سے سنی جمعیۃ العلماء کے مقابلے میں ایک نئی تنظیم کا شوشہ چھوڑا گیا تو سید میاں تڑپ اٹھے، بے چین ہوگئے۔ کانپور کے ایک زبردست مجمع میں تقریباً ایک لاکھ افراد سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ میں سیدزادہ ہوں، سنی جمعیۃ العلماء کی پرورش وپرداخت میں میرے بوڑھے خون کے قیمتی قطرات صرف ہوئے ہیں۔ میں اپنے جیتے جی اسے مرنے نہیں دوں گا، میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کی آبیاری میں صرف کردوں گا''

(ماہ نامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص:۵۵۰، ۵۵۱)

اکابرین اہل سنت نے متفقہ طور پر جس جمعیت کی داغ بیل ڈال کر اس کا پاسبان سید العلماء کو بنایا تھا، سیدالعلماء نے اس کی پاسبانی کا حق ادا کردیا، پورے ہندوستان میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں، جمعیت کے نام سے ملک کے اندر متعدد اہم تاریخی اجلاس اور کامیاب کانفرسیں منعقد ہوئیں، کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے حضور سیدالعلماء علیہ الرحمہ نے سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا، جس کا اثر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پر بہت گہرا پڑا تو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے خود بمبئی پہنچ کر استعفیٰ واپس لینے پر مجبور کیا۔ جس کی تفصیل سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی نے اپنے طویل مضمون میں یہ دی ہے:

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جماعت کے قیام کے کچھ برسوں کے بعد ایک مرحلہ ایسا آیا جب ابا جماعت کے کچھ عہدے داروں کی بدچلنی سے ناراض ہوگئے اور صدارت سے استعفیٰ لکھ کر بریلی شریف بھیج دیا، حضور مفتی اعظم ہند کو جیسے ہی استعفیٰ ملا ویسے ہی بمبئی روانہ ہوگئے، ان دنوں مسجد کھڑک میں واقع ابا کے حجرے کی مرمت چل رہی تھی اور ابا مسجد کی دوسری منزل کے

ایک کونے میں معتکف تھے، ایک شام حضور مفتی اعظم بہت تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچے اوراس سے پہلے کہ ابا تعظیم کے لیے اٹھیں مفتی اعظم نے اپنا عمامہ اتار کر ابا کے قدموں پر رکھ دیا۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ ابا نے عمامہ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضور مفتی اعظم نے فرمایا: سید میاں! سنیت کی لاج آپ کے ہاتھ میں ہے، جماعت سے آپ علاحدہ ہوگئے تو شیرازہ بکھر جائے گا۔ دشمن پہلے ہی سے ہمارے اتحاد پر نظر جمائے ہوئے ہے، انہیں ہم پر ہنسنے اور گل کھلانے کا موقع مل جائے گا۔ آپ کو اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ اپنا استعفا واپس لے لیجیے۔ یہ کہہ کر مفتی اعظم نے آپ کا استعفا نکال کر پیش کیا۔ میں نے ابا کو دیکھا، مفتی اعظم کا عمامہ اپنے سر پر رکھے روتے جارہے تھے، ادھر مفتی اعظم کی بھی آنکھوں میں آنسو رواں تھے، میں نے ابا کو روتے دیکھا تو خوب زور زور سے رونے لگا، ابا کے خادم صوفی نظام الدین صاحب مجھے گود میں اٹھا کر نیچے صحن مسجد میں لے آئے۔ اس دن حضور مفتی اعظم تب ہی واپس گئے جب ابا نے استعفا واپس لے لیا۔'' (جہان مفتی اعظم، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔ ۲۰۰۷ء، ص: ۲۲۴)

حضور سیدالعلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے لیے اپنی زندگی کا آخری لمحہ تک وقف کردیا تھا اس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے خصوصی تاریخی اجلاس اور کانفرنسوں میں آپ کا خطاب اپنے موضوع پر ایک جامع اور مؤثر خطاب ہوتا تھا۔ دینی موضوعات کے علاوہ جب سیاسی موضوعات پر گفتگو کرتے تب بھی آپ کی جہاں دیدگی اور سیاسی بصیرت کے اجالے ہر طرف بکھرے دکھائی دیتے اور بڑے بڑے سیاست داں دم بخود ہوکر آپ کا خطاب سماعت کرتے، یہ ان کی ذہانت اور علمی کمال تھا اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ خانقاہی بزرگوں سے ملی ہوئی ان کی روحانی توانائی اور علمی فیضان تھا جو ان کی زبان فیض ترجمان سے نکل کر اہل دل کو مالا مال کررہا تھا، سنی جمعیۃ العلماء نے اپنے عروج کے زمانے میں نہ صرف جماعت اہل سنت کے لیے خوشیوں کا سامان فراہم کیا بلکہ مخالفین اور حریف جماعتوں کے لیے سوہان روح سے کم نہ رہی اور جو شہرت ومقبولیت اس کو حاصل ہوئی وہ بہت کم جماعتوں اور تحریکوں کے حصے میں آئی، لیکن افسوس قائد تحریک کے وصال نے اس کا دم خم توڑ دیا اور اس کی

عظمت قصہ پارینہ بن چکی ہے، شارح بخاری لکھتے ہیں:

''جو مقبولیت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کو عوام وخواص میں حاصل ہوئی وہ آج تک کسی تنظیم کو میسر نہیں ہوئی۔ افسوس کہ حضرت سیدالعلماء رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی عظمت قصۂ پارینہ بن چکی ہے۔'' (مقالات شارح بخاری، مطبوعہ: گھوسی، ص: ۱۸۵)

ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم لکھتے ہیں:

''اور جب آزاد ہندستان میں کانگریس کی ہمنوا جمعیۃ العلماء نے ملک وقوم کے سانے اپنے کو ہندستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت سے پیش کرکے اپنے مخصوص عقائد وہابیہ کی تبلیغ واشاعت کا 'دانش مندانہ' راستہ اختیار کیا تو حضور سیدالعلماء نے بمبئی کو اپنا مرکز بناکر سنی جمعیۃ العلماء کو طاقتور اور مستحکم بنانے میں اپنی زندگی وقف کردی، ان کی مساعی جمیلہ کا یہ نتیجہ تھا کہ علمائے اہل سنت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے۔ افسوس یہ ہے کہ ان کی رحلت کے بعد یہ پلیٹ فارم منتشر ہوگیا۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ، مبارکپور، سیدین نمبر، ص: ۱۱۶)

سرزمین بمبئی کے عوام وخواص اہل سنت آج بھی حضور سیدالعلماء کے احسان عظیم کو یاد کرتے ہیں تو آبدیدہ ہوجاتے ہیں کہ کس طرح انھوں نے جمعیت کے ذریعہ آخری سانسوں تک جماعت کے فروغ اور استحکام کے لیے کام کیا، علماے اہل سنت کو ایک وقار عطا کیا، ائمہ مسجد کو ایک مستحکم بنیاد فراہم کی، شہر بمبئی کے تقریباً ہر محلے میں نیاز کمیٹیاں قائم کروائیں اور خالص سنیوں کے لیے جلوس غوثیہ کا آغاز فرمایا، جو آج بھی جاری ہے۔ ممبئی شہر میں پورے ہندستان کے جید خطبا اور مشہور مقررین کا دورہ شروع ہوا۔ یہ وہ ناقابل فراموش خدمت ہے جس میں اولیت کا سہرا حضور سیدالعلماء قدس سرہ کے سر سجتا ہے۔

علمی جلالت:

حضور سیدالعلماء علیہ الرحمہ کو اللہ عزوجل نے غضب کی قوت حافظہ عطا فرمائی تھی، اس اعلیٰ درجے کی ذہانت وذکاوت پر حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ جیسے مربی استاذ کی استاذانہ مہر لگ جائے تو پھر کیا پوچھنا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات علوم جدیدہ وقدیمہ کی سنگم اور ظاہری اور باطنی جامعیت کا منبع نظر آتی ہے، مفتی ظفر احمد قادری بدایونی آپ کے وفور علم اور

جلالت شان کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’آپ کے مبارک سینے میں علوم وفنون کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، مناظرہ میں امام المناظرین، گفتگو میں ’’سید المتکلمین‘‘، تحریر وتقریر کے مانے ہوئے بادشاہ اور قادر الکلام تھے، ایک ہی موضوع پر مختلف عنوانات اور متعدد پیرائے سے بیان آپ کے لیے معمولی بات تھی۔ قوت حافظہ کا یہ عالم کہ آٹھ نو سال کی عمر شریف میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ جب مدارس عربیہ کے طلبا کے امتحان لیتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسند تدریس کے بادشاہ ہیں، دورۂ حدیث شریف کا امتحان لیتے تو احادیث نبویہ خود سناتے کہ حافظ حدیث کا گمان ہوتا تھا۔‘‘

(اہل سنت کی آواز، شمارہ ۶، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص: ۲۳۲)

تحدیث نعمت کے طور پر ایک جگہ حضور سید العلماء خود ہی فرماتے ہیں:

’’درس وتدریس سے میرا کوئی خاص تعلق نہیں لیکن اس عمر میں عربی گرامر اس طرح پر نقش ہیں کہ کوئی جب چاہے دریافت کر سکتا ہے۔‘‘

(سیدین نمبر، ص: ۵۲۶، بہ حوالہ: ماہ نامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، نومبر ۱۹۷۴ء، ص: ۳۳)

سید دلشاد حسین قادری خامہ فرسا ہیں:

’’جہاں تک درس وتدریس کا تعلق ہے حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تقریباً ملک کے ہر صف اول کے دینی مدارس سے تعاون فرماتے اور بحیثیت ممتحن تشریف لے جاتے، ہونہار طلبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے، نادار طلبہ کی جیب خاص سے امداد فرماتے، ہندستان کی کوئی بھی ایسی بڑی درس گاہ نہ ہوگی جو حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی مرہون منت نہ ہو۔‘‘

(ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، سیدین نمبر، ص: ۴۳۹)

ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم رقم طراز ہیں:

’’حضور سید العلماء کی تبلیغی سرگرمیوں کا ایک اہم پہلو جگہ جگہ ملک کے طول وعرض میں دینی مدارس کی قیام تھا، اس کے علاوہ آپ نے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کو وسعت دینے اور مستحکم کرنے میں بھی سعی بلیغ فرمائی۔ حضور مفتی اعظم اور حضرت مجاہد ملت کے شانہ بہ شانہ آپ نے حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز کے دار العلوم اشرفیہ کو ایک وسیع تر اور مثالی سنی یونیورسٹی

بنانے میں جو خدمات انجام دیں ان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔‘‘ (مصدر سابق، ص: ۱۱۶)

فتویٰ نویسی:

حضور سید میاں قدس سرہ کے علمی تبحر اور جلالت فن کا مشاہدہ آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ اور کتب ومقالات میں کیا جا سکتا ہے بالخصوص ’’اہل سنت کی آواز‘‘ اور ’’ملفوظات مشائخ مارہرہ‘‘ میں شامل شدہ علمی اور ٹھوس مضامین کو ضرور مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے جن کا مطالعہ آج بھی دور رس نتائج کا حامل ہے۔ آپ کو فقہ وافتا میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ جزئیات فقہ پر کامل عبور رکھتے ہوئے جب کوئی محققانہ فتویٰ تحریر فرماتے تو اس کے استناد میں ذرہ بھر شبہے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، آپ کا قول قول فیصل مانا جاتا بلکہ آپ کے فتاویٰ ممبئی ہائی کورٹ تک میں تسلیم کیے جاتے تھے۔ شہزادۂ سید العلماء حضور نظمی میاں مارہروی آپ کی فتویٰ نویسی سے متعلق رقم طراز ہیں:

’’سید میاں نے فتویٰ نویسی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت پر عمل کیا، وہ جب تک مسئلے کی گہرائی کو نہ سمجھ لیتے اس وقت تک کوئی حکم نہ لگاتے۔‘‘ (ایضاً، ص: ۵۱۳)

دوسرے مقام پر آپ کی فقہی بصیرت وژرف نگاہی کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’سید العلماء نے ہزاروں فتاویٰ قلم بند کیے، آج کے مفتیان کرام اپنے فتوؤں کی نقلیں تیار کر کے رکھتے ہیں تا کہ زندگی کے کسی موڑ پر فتاویٰ کے مجموعے شائع کر سکیں مگر سید میاں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں دی، اگر چہ ان کے میراث کے فتوے ممبئی ہائی کورٹ تک میں تسلیم کیے جاتے تھے۔ سید میاں کے کاغذات میں بہت کم فتوؤں کی نقلیں ملیں۔‘‘

(اہل سنت کی آواز، شمارہ ۶، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص: ۳۵)

استاد گرامی سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی نے حضور سید العلماء کی فتویٰ نویسی پر آپ کے چند فتاویٰ کی روشنی میں قریب ۳۰ صفحات میں مفصلاً گفتگو کی ہے۔ مفتی صاحب قبلہ نے اس مقالے میں سید العلماء کی شایان شان ان کے تفقہ پر روشنی ڈالی ہے۔

(سال نامہ اہل سنت کی آواز، اکابر مارہرہ مطہرہ حصہ دوم، جلد ۱۷، ص: ۴۶۶ تا ۴۹۵)

تصنیف وتالیف:

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"مارہرہ کے قیام کے دوران آپ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ انہی ایام میں مارہرہ شریف سے ماہانہ رسالہ "اہل سنت کی آواز" جاری فرمایا جس میں انتہائی اہم مفید مضامین لکھتے رہے۔"

سید نظمی میاں تحریر فرماتے ہیں:

"سید میاں ایک پختہ مشق صحافی بھی تھے، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے ایک مستقل رسالہ اردو میں نکلتا تھا، جس کا نام تھا "اہل سنت کی آواز"۔ اس رسالے کو دنیائے سنیت میں بڑی اہمیت حاصل تھی، اس کے مدیر تھے سید میاں۔ اس رسالے میں ہندستان بھی کی سنی سرگرمیوں کی خبروں کے علاوہ اکابرین کے افادات بھی شائع ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کئی رسالے اس جریدے کے توسط سے منظر عام پر آئے۔ سید میاں کی ناول "نئی روشنی" اسی رسالے میں قسط وار شائع ہوئی تھی۔" (سیدین نمبر، ص:۵۰۹)

حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی علیہ الرحمہ کی بے پناہ مصروف زندگی نے انہیں اتنا موقع نہ دیا کہ پوری توجہ تصنیف وتالیف کی جانب کر پاتے، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت، جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت وخطابت، دوروں کی کثرت، اور دیگر مسائل اس قدر زیادہ تھے کہ تحریر وقلم کے میدان کو زیادہ مالا مال نہ کر سکے لیکن جتنا بھی لکھا وہ اپنے کیف وکم ہر دو اعتبار سے انتہائی جامع اور وقیع تسلیم کیا جاتا ہے، آپ کے تحریر کردہ مضامین ومقالات اور چند قلمی نگارشات جو یادگار ہیں ان سے آپ کی تحریری مہارت اور جودت فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد ارشاد ساحل شہسرامی لکھتے ہیں:

"حضرت سید العلماء قدس سرہ کو نثر ونظم، تقریر وتحریر کے اصناف سخن پر یکساں دسترس حاصل تھی۔ لیکن قدرت نے خدمت اسلام کا کام آپ کی لسانی خوبیوں سے زیادہ لیا۔"

آگے مزید رقم طراز ہیں:

"لیکن آپ کی جو بھی قلمی یادگاریں ہیں ان سے آپ کی تحریری مہارت، زبان وبیان پر پوری دسترس، قلم کی برق رفتاری، زبان کی سلاست، فکر کی جولانی، اسلوب کا اچھوتا پن اور نثر ونظم کی اعلیٰ خوبیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔" (اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص:۲۳۳)

اس کے بعد ڈاکٹر ساحل شہسرامی نے نو صفحات میں آپ کی تین تصنیف (۱) فیض تنبیہ

(۲) نئی روشنی (۳) مقدس خاتون اور ایک (۴) خطبۂ صدارت پر وقیع تبصرہ وتجزیہ پیش کیا ہے اور اخیر میں آپ کے چند علمی مضامین کی نشان دہی کی ہے۔ سیدین نمبر میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے بھی اپنے مقالے میں آپ کے شعری ونثری شہ پاروں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔

ذوق شعر وادب:

حضور سید العلماء قدس سرہ کا ذوق شعر وسخن بھی بڑا ستھرا، نکھرا اور پاکیزہ تھا، آپ فن ادب اور نعت گوئی میں کامل مہارت رکھتے تھے اور زبان دانی کے عظیم جوہر سے مالا مال تھے، آپ کا اردو کلام اہل سنت کی آواز کے مختلف شماروں میں شائع ہوتا رہتا تھا۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے مرتب کردہ رسالہ "مدائح مرشد" میں بھی آپ کی متعدد منقبتیں شامل ہیں۔

سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی لکھتے ہیں:

"حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ مرزا داغؔ دہلوی مرحوم کے شاگرد رشید اور فرزند معنوی سید شاہ احسنؔ مارہروی کے تلامذہ میں سے تھے۔ سید میاں نے بہت کم سنی میں شاعری شروع کردی تھی۔ بہاریہ شاعری کا الگ انداز تھا اور نعتیہ شاعری کے تیور کچھ اور۔ سیدؔ تخلص فرماتے تھے۔ ایک دیوان بھی ترتیب دے رکھا تھا مگر وہ شعری بیاض سفر پاکستان کے دوران سامان کے گم ہوجانے کے ساتھ ضائع ہوگئی اور ہم اردو والے ایک روایت سے محروم ہوگئے۔" (سیدین نمبر، ص:۵۰۰)

ان کے اشعار کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو کسی اچھے شعر کا طرۂ امتیاز ہیں، برجستگی، روانی، تغزل، شعریت، نغمگی، شوخی سب کچھ نظر آتا ہے، غزلیں ہوں، یا نعت ومنقبت کے اشعار ان کا رنگ وآہنگ الگ ہی تاثر دیتا ہے۔ ذرا یہ شعر دیکھیں:

ہونا تھا جس کو پیر خرابات میکدہ
اس کو رہین جبہ و دستار کردیا

خیال یار نے بستر لگایا قلب مضطر میں
یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں

نعت کے چند اشعار بھی پڑھ لیں:

خدا نے خود تمھیں ایسا سنوارا یارسول اللہ
نہیں ممکن کوئی ثانی تمہارا یارسول اللہ

اوراس نعت کا یہ مقطع تو زبان زد خاص وعام ہو چکا ہے:

کسی کی جے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سیّد اپنا نعرہ یارسول اللہ

ان کے علاوہ امام حسین سیدالشہداء، خواجۂ اجمیری، نوری میاں اور امام احمد رضا علیہم الرحمہ کی شان میں لکھی گئی منقبتیں تو بڑی دھوم سے مذہبی مجالس میلاد میں پڑھی جاتی ہیں۔ بس ایک شعر امام عالی مقام کی شان میں پیش خدمت ہے:

تمھارے سجدے کو کعبہ سلام کہتا ہے
جلال قبۂ خضرا سلام کہتا ہے

بحث ومناظرہ:

مذکورہ تمام خوبیوں کے ساتھ حضور سیدالعلماء علیہ الرحمہ ایک باکمال اور بلند پایہ مناظر تھے۔ اپنی تقریر میں بدمذہبوں کا رد وتعاقب تو کرتے ہی تھے باقاعدہ تحریری طور پر بھی ان کا تعاقب فرمایا اور بدمذہبوں کے ایوان میں زلزلہ برپا کر دیا تھا۔ آپ کے ایک تحریری مناظرے کی روداد وتفصیل ''اہل سنت کی آواز'' اکتوبر ١٩٩٩ء کے شمارے میں صفحہ ٣٤٣ر پر دی گئی ہے جس کے مطالعے سے آپ کی مناظرانہ شان نمایاں نظر آتی ہے، جس کے آغاز میں آپ کے بلند اقبال فرزند سید نظمی میاں لکھتے ہیں:

''حضور والد ماجد سرکار سید میاں علیہ الرحمہ نے بمبئی کے قیام کے ابتدائی دور میں وہابیت سے کافی چپقلش لیے۔ بھیونڈی کا مناظرہ ایسی ہی ایک اہم کڑی تھی، ان دنوں وہابی لابی کا ایک سرگرم رکن مولوی محمد یونس بکھیروی بمبئی کی سرزمین پر بڑا فعال تھا اور چاہتا تھا کہ بمبئی کے سنی عوام کو اپنے مکر وفریب سے صراط مستقیم سے بہکا دے اور شیطان کی راہ پر لگا دے۔ حضور سید میاں نے ابھی نہیں تو کبھی نہیں، یہ سوچ کر یونس بکھیروی کا تعاقب کیا اور جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچا کر دم لیا۔ ایک دن یوں ہی میں ابا حضور کے کاغذات کو دیکھ رہا تھا کہ ان میں یونس

بکھیروی سے متعلق خط وکتابت نظر آئی، ابا حضرت نے جس طرح اس کا پیچھا کیا اسے آپ بھی پڑھ لیں۔'' (اہل سنت کی آواز، شمارہ ٦ ص: ٣٥، اکتوبر، ١٩٩٩ء)

سید نظمی میاں کا یہ تفصیلی مقالہ ''حضور سیدالعلماء: مناظر بے نظیر'' کے عنوان سے ٦٣ر صفحات میں شائع ہوا ہے، جس کے اخیر میں ایک تمثیلی مناظرہ بھی درج ہے جو حضور سیدالعلماء کی کتاب ''مقدس خاتون'' سے ماخوذ ہے جو انتہائی علمی رنگ لیے ہوئے ہے، اس کے مطالعہ کے بعد حق کی صداقت اور باطل کا بطلان آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور جس سے حضور سیدالعلماء کی مناظرانہ شان تاباں ودرخشاں ہو جاتی ہے۔ یہی مقالہ بعد میں سیدین نمبر میں بھی شامل کیا گیا جو صفحہ: ٥٩٧ تا ٦٤٦ پر موجود ہے اور قارئین کو دعوت مطالعہ پیش کر رہا ہے۔ پڑھیں اور سید میاں کے اخاذ ذہن وعلمیت کی داد دیں۔

امام احمد رضا سے عشق ومحبت:

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تو چشم وچراغ خاندان برکات ہیں اور مارہرہ مطہرہ امام احمد رضا کا پیرخانہ ہے، ساتھ ہی امام احمد رضا قدس سرہ نے دین متین اور مسلک حقہ کی جس ذمہ داری کے ساتھ ترجمانی کی اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی بیش بہا پونجی کا زندگی بھر تحفظ کرتے رہے۔ نبیرہ زادہ امام احمد رضا ریحان ملت حضرت علامہ مولانا ریحان رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بڑی محبت کرتے تھے اور انھیں مثل اولاد سمجھتے اور مانتے تھے، انھیں آپ پیار سے ''رحمانی'' اور ''بیٹے رحمانی'' کہا کرتے تھے۔

ایسے ان گنت کمالات وروابط نے حضور سیدالعلماء علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا سچا شیدا بنا دیا تھا اور آپ کے دل میں امام عشق ومحبت کی پاکیزہ عقیدت اتنی رچ بس گئی تھی کہ ان کے خلاف ذرا بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے، سید نظمی میاں مارہروی رقم طراز ہیں:

''سید میاں مارہرہ مطہرہ کے اس مقدس خانوادے کے فرد تھے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا پیرخانہ تھا۔ اتنا ہی نہیں، وہ اس گدی کے وارث تھے جس سے ارادت ووابستگی امام احمد رضا اپنے لیے دنیا وآخرت کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ سید میاں نے امام احمد رضا کا پیرزادہ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ انھوں نے دنیا کو ایک جاندار نعرہ دیا:

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

(ماہ نامہ اشرفیہ،سیدین نمبر،مبارک پور،اکتوبر ۲۰۰۲ء،ص:۵۰۴،۵۰۵)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے: ”علمائے متقدمین وفقہا ومحدثین کا علم واجتہاد اور ان کی عظمت وفضیلت سر آنکھوں پر،ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔“(مصدر سابق،ص:۳۷۹)

مرشد گرامی امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں مارہروی دام ظلہ فرماتے ہیں:

”عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے وقف فرمادی۔ خاندان برکاتیہ کا بچہ بچہ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے، ہماری نجی جالس ہوں یا عوامی جلسے، ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور مطمح نظر ہوا کرتا ہے۔اس ضمن میں عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آرہا ہے:

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے“

شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی دام ظلہ رقم طراز ہیں:

”حضور سید العلماء کو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سے بہت والہانہ لگاؤ تھا، جب آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر فرماتے تو انداز بیان اس قدر مؤثر اور رقت انگیز ہوتا کہ آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔“(مصدر سابق،ص:۳۴)

امام احمد رضا کا نام آتے ہی سید میاں بے قرار ہوجاتے اور اگر کہیں ان کی مخالفت سامنے آتی تو پوری جواں مردی کے ساتھ اس کے خلاف سینہ سپر ہوجاتے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے سید میاں علیہ الرحمہ کی والہانہ محبت کا ثبوت آپ کا وہ رسالہ ہے جو ”فیض تنبیہ“ کے تاریخی نام سے ۱۹۷۴ء میں دارالاشاعت برکاتی مارہرہ سے شائع ہوا جس میں امام

احمد رضا کے قصیدہ معراجیہ پر کی گئی تنقید کا وافی وشافی جواب دیا گیا ہے۔اور اس قصیدے پر کی گئی گرفت کا سخت محاسبہ کیا گیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

امام احمد رضا کے مشن کو عام کرنے میں سید میاں علیہ الرحمہ نے زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کردیا تھا، انہوں نے اپنی پوری حیات مستعار مسلک برکاتیت کے نقیب اور مسلک رضا کے علم بردار کی حیثیت سے گزار دی، شہزادۂ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ سے بھی سید میاں کو بے حد گہرا لگاؤ تھا اور دونوں بزرگوں میں ایک دوسرے کا حد درجہ احترام وادب باقی رہا، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے سلسلے میں دونوں حضرات ایک دوسرے کے اور بھی قریب آگئے اور جماعت کا کام کرتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے رفقائے کار بن گئے۔سید نظمی میاں فرماتے ہیں:

”حضور مفتی اعظم ہند کا یہ معمول رہا کہ آخری فیصلہ سید میاں کا ہی مانتے تھے۔“

(ماہ نامہ اشرفیہ،سیدین نمبر،مبارک پور،اکتوبر ۲۰۰۲ء،ص:۵۰۵)

ماقبل کی سطور میں گزرا کہ چند وجوہات کی بنیاد پر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت سے سید میاں کا استعفا دینا اور مفتی اعظم ہند کا بریلی سے بمبئی آکر استعفا واپس لینے پر مجبور کرنا اسی محبت ووارفتگی کا ثبوت تھا۔ان دونوں بزرگوں میں خط وکتابت کا سلسلہ عرصۂ دراز سے قائم تھا،اسی پس منظر میں سید نظمی میاں مارہروی کے دو اشعار پڑھ لیں:

مفتی اعظم جنہیں خط میں لکھیں یاسیدی
ہاں وہی فخر سیادت حضرت سید میاں
مفتی اعظم سے پوچھا آپ کا پیارا ہے کون
آگیا ان کی زباں پر برملا سید میاں

احترام علماو مشائخ:

خانوادۂ برکاتیہ کے مشائخ کرام اور سجادہ نشینان کی دیرینہ روایت رہی ہے کہ وہ علمائے اہل سنت کا بے حد احترام کرتے ہیں اور انہیں دل کے نہاں خانے میں جگہ دیتے ہیں، اعراس کے مواقع پر بھی یہ منظر خوب دیکھنے کو ملتا ہے۔حضور سید العلماء قدس سرہ کو احترام علما کا یہ بیش

قیمت جوہر وافر مقدار میں عطا ہوا تھا آپ اپنے معاصر علمائے اہل سنت ومشائخ طریقت کا حد درجہ ادب واکرام کرتے تھے، حضور مفتی اعظم سے متعلق اوپر کی سطور پر اجمالاً روشنی ڈالی جا چکی ہے، استاد محترم حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سید میاں قدس سرہ غایت درجہ عقیدت ومحبت فرماتے اور ادب واحترام سے آپ کا ذکر فرماتے۔

اس ضمن میں حضرت مولانا عابد حسین مصباحی لکھتے ہیں:

''۴؍ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو مولانا مبین الہدیٰ صاحب نورانی خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند نے ایک ملاقات پر راقم سے یہ واقعہ بیان فرمایا: کہ ایک مرتبہ سیدالعلماء حضرت سید آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہ بیت الانوار ایک جلسہ کی بابت تشریف لائے، خواص وعوام کی ایک مجلس میں حضرت صدر الشریعہ کا تذکرہ چھڑ گیا تو حضرت سیدالعلماء نے برجستہ فرمایا کہ ''حضرت صدر الشریعہ کا وہ مقام ہے کہ اگر آپ کی جوتیاں مجھے مل جائیں تو میں اپنے سر پر رکھنے کو باعث فخر وانبساط سمجھوں گا اور انہیں سر پر لیے گھومتا رہوں گا۔''

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

(ماہ نامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء ص: ۱۹۲، ۱۹۳)

سیدالعلماء سید آل مصطفیٰ مارہروی حضور صدر الشریعہ کی مجسم کرامت کا نام ہیں جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی اور سید میاں علیہ الرحمہ کے مابین قلبی روابط اور دینی تعلقات کو بھی اس خصوص میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس کا واضح ثبوت ۶؍ مئی ۱۹۷۲ء میں الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر کل ہند تعلیمی کانفرنس میں حضور سید میاں کا مفتی اعظم ہند کے ساتھ شرکت، خطبہ صدارت اور تعاون کا وعدہ آج بھی اشرفیہ کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے، سید میاں کے چھوٹے بھائی احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی قدس سرہ کے روابط اور دونوں بزرگ بھائیوں کے تعلقات اور گہری قلبی وابستگی کے گواہ آج بھی سیکڑوں لوگ زندہ مل جائیں گے اس سلسلے میں شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی کے تاثرات کافی اہمیت کے

حامل ہیں۔ جنھیں سنجیدہ قلبی کے ساتھ مطالعہ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''میرا اور سیدالعلماء کا تعارف بہت پہلے سے تھا، لیکن پہلی ملاقات شہر گیا بہار میں ہوئی، جب حضرت بہار کے مظلومین کے لیے امدادی رقوم لے کر تشریف لائے تھے۔ بہت محبت وعقیدت کے ساتھ میں حاضر ہوا، دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے قدم بوسی کی، لیکن جب معلوم ہوا کہ میں ''شریف الحق'' ہوں تو کھڑے ہو گئے اور سینے سے لگایا اور فرمایا: میرے برابر بیٹھو، لیکن میں بغل میں نہیں بیٹھا، بلکہ وہیں پر کچھ آیات کی تفسیر پوچھی اور گفتگو ہوئی۔''

(سیدین نمبر، ص: ۴۴۹، بحوالہ شارح بخاری، از مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص: ۶۵)

بلکہ سیدالعلماء قدس سرہ نے ایک بار بستی کے جلسہ عام میں دوران تقریر فرمایا:

''اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا، اور میں کہتا ہوں کہ موجودہ دور میں تفقہ جس کا نام ہے وہ چندا کا بر کو چھوڑ کر مفتی شریف الحق امجدی میں زیادہ پایئے گا۔'' (معارف شارح بخاری: ۳۰)

خطابت کی منفرد آواز:

تبلیغ دین کے کارآمد ذرائع میں تحریر وقلم اور تدریس وافتا کے ساتھ تقریر وخطابت کی افادیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، یہ بڑا منظّم اور انتہائی مفید فن ہے، اس فن کو انتہائی آسان اور بے حد منافع بخش تصور کر لیا گیا ہے، آسان ضرور ہے لیکن اس کے لیے جو اس فن کو پیشہ بنا لے اور یہی اس کا ذریعۂ معاش ہو لیکن جو تقریر وخطابت کو اشاعت مذہب حق کا مؤثر وسیلہ گردانتا ہو اور حقائق ومعرفت سے لبریز اور اخلاص وجذبۂ دروں سے ہم آہنگ خطبات پیش کرتا ہو اس کے مشکل اور دقت طلب ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا، یہ میدان انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرغوب میدان رہا ہے، ان کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیرے اور جواہرات ہیں، ان کا اثر براہ راست دل پر ہوتا تھا اور دل کی دنیا زیر وزبر ہونے لگتی تھی۔ حضور سیدالعلماء سید آل مصطفیٰ قادری مارہروی قدس سرہ نے بھی اس میدان کو چنا اور یہ عظیم فن اختیار کیا تو اس لیے نہیں کہ وہ دور دور تک مشہور ہو جائیں اور ان کا سکہ دلوں پر قائم ہو

اور نذرانوں سے جیب وزنی ہوجائے بلکہ آپ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ کی خطابت دین وسنیت کے لیے وقف تھی، کبھی بھی اس فن کو حصول زر اور دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنایا، آپ اپنے اس اصول پر تا حیات قائم رہے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو جو جوہر خطابت اور حسن تقریر عنایت فرمایا تھا اسے آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں تو آبدیدہ ہوجاتے ہیں، دل ودماغ عش عش کرنے لگتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ براہ راست جن سماعتوں نے آپ کی خطابت کی لذت پائی ہے اور آپ کی تقریر کی حلاوت جن کانوں میں آج بھی رس گھول رہی ہے ان کے چند تاثرات پیش کردوں جس کو پڑھ کر قارئین خود اندازہ لگاسکیں گے کہ خطابت کی اس منفرد آواز میں کتنا دم خم تھا۔

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ نے ''زمانۂ قدیم میں عرس قاسمی کی تقریبات'' میں حضور سید العلماء کی ایک تقریر ''تفسیر سورۂ فاتحہ'' پر درج ذیل تبصرہ فرمایا ہے:

''مولانا عبد السلام صاحب کے بیان کے بعد مولانا حافظ قاری حکیم سید شاہ آل مصطفیٰ میاں صاحب سلمہ نے سورۂ فاتحہ مبارکہ کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے اتباع شریعت مطہرہ اور صورۃً سیرۃً، ظاہر وباطن میں سچی کامل اطاعت وغلامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام جہاں وجہانیاں سے زائد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محبوب رکھنے کی ضرورت واہمیت بتائی اور روشن کیا کہ جو آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا پکا فرماں بردار محبّ ومخلص غلام ہے وہ اپنے آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دشمنوں، معاندوں، تمام اگلے اور پچھلے کفار ومشرکین مرتدین ومبتدعین سے حتی الوسع قطعاً دور ونفور رہتا ہے۔ جو ایک طرف سردار دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی محبت وغلامی کا دعویٰ کرے دوسری طرف ان کے دشمنوں، مخالفوں، معاندوں کی مدح وتعریف کے گیت گائے، ان کو اپنا مقتدا اور پیشوا، رہبر ورہنما، محبوب قائد اعظم اور بڑا پرہیزگار، روح اعظم وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے القاب وخطاب سے سراہے، ان سے گھال میل، الفت ومحبت رکھے وہ ضرور اپنے دعویِٔ ایمان اور غلامی ومحبت آقائے دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جھوٹا اور کھوٹا ہے۔'' (اہل سنت کی آواز، اکابر مارہرہ نمبر، حصہ سوم، ۲۰۱۱ء ص: ۱۹۹)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''حضرت سید العلماء قدس سرہ خطابت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، دلکش، بلند آواز،

ساحرانہ طرز بیان، نکات ودقائق سے بھرپور تقریر ایسی کہ گھنٹوں سنتے رہیے، مگر جی نہ بھرے، بمبئی میں ایام محرم میں وعظ کی سیکڑوں مجالس منعقد ہوتیں، لیکن ہمیشہ سب سے زیادہ مجمع حضرت سید العلماء کی محفل میں ہوتا تھا، ویسے تو حضرت بہت نحیف ونازک نظر آتے تھے لیکن تقریر کے وقت ہمیشہ جوان معلوم ہوتے تھے۔ پانچ پانچ گھنٹے مسلسل وعظ فرماتے مگر ذرا بھی تکان کا نام نہ ہوتا، نہ کبھی حضرت کی آواز بیٹھتی، یکساں مسلسل تقریر فرماتے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ صبح نماز فجر تک وعظ ہوتا رہتا اور لاکھوں لاکھ کا مجمع محویت کے ساتھ سنتا رہتا، ذکر شہادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔'' (مقالات شارح بخاری، مطبوعہ: گھوسی، ص: ۱۹۹)

ایک دوسرے مقام پر شارح بخاری مزید فرماتے ہیں:

''تقریر وخطابت کے سلسلے میں دنیا ان کا لوہا مانتی تھی، کوئی بھی موضوع ہو، کتنا ہی خشک ہو، اس کو بلا تکلف ایسی شگفتگی کے ساتھ بیان فرماتے کہ بے پڑھے لکھے عوام پر بھی بار نہ ہوتا تھا۔''
(مقالات شارح بخاری، مطبوعہ: گھوسی، ص: ۱۸۴)

شہزادۂ سید العلماء سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی لکھتے ہیں:

''سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی تقریر سے پہلے تیاری نہیں کی۔ کیسا ہی موقع ہو، کیسا ہی ماحول ہو، کیسا ہی موضوع ہو، سید میاں موقع ومحل کے اعتبار سے اپنا موضوع طے کرتے اور بیان کرنے لگتے، نپے تلے الفاظ، مسحور کن پیرایہ، قرآن وحدیث اور اقوال اسلاف سے حوالہ جات سید میاں کی تقریروں کی خصوصیت تھی۔'' (سیدین نمبر، ص: ۵۰۳)

مفتی مظفر احمد قادری بدایونی تحریر فرماتے ہیں:

''اس فرزند رسول اللہ میں بیک وقت شجاعت حیدری، سیادت حسنی، اور شہادت حسینی سب ہی چیز جمع تھی، اس مرد خدا کو دین وملت کی خدمات میں نہ دن کو چین آتا نہ رات کو آرام۔

سرکار سید العلماء سید الحکماء قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات سے کون واقف نہیں ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خطابت وبلاغت کا یہ شہ سوار جس وقت منبر پر رونق افروز ہوتا تو زمین کی خوش بختی پر آسمان کے تاروں کو بھی رشک ہوتا۔ زور بیانی پر جس وقت اتر جاتا تو فارابی وارسطو کے ماتھے پر بھی پسینہ آجاتا۔ خاموشی میں تکلم کی حلاوت، الفاظ دل نشیں، خوب صورت وبارعب چہرہ،

کشادہ پیشانی، موزوں قامت، چھریرا بدن، حاضر جوابی ایسی کہ ہزاروں لاکھوں کے مجمع پر کنٹرول کر لینا ان کا ادنیٰ کام تھا، آپ کی ایک آواز پر حاضرین گوش برآواز ہو جاتے تھے۔"

(اہل سنت کی آواز، مارہرہ شریف، ۱۹۹۹ء ص: ۲۳۱، ۲۳۲)

خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین خلیفۂ حضور احسن العلماء لکھتے ہیں:

"رئیس الخطباء مقتدائے اہل سنت حضور سید العلماء کی ذات گوناگوں خوبیوں کی مالک تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے خطیب، بہترین نثر نگار اور خوش فکر شاعر بھی تھے۔ آپ کی خطابت کی پورے ملک میں دھوم تھی۔" (ماہنامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص: ۳۶۸)

شہزادۂ حضور صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی رقم طراز ہیں:

"حضور سید العلماء ایک بلند پایہ فکر انگیز خطیب، معاصرین علما میں بے مثال مفکر، طبیب حاذق، زاہد شب زندہ دار، نخبۃ الصوفیہ، قادر الکلام شاعر اور نقاد بھی تھے، جماعتی شیرازہ بندی کے ماہر، شکل وصورت دلوں کو موہ لینے والی، آواز میں گھن گرج، بہت خوش مزاج، مگر شخصیت سے ہیبت حق کا جلوہ نمایاں، دنیا سے بے نیاز اور اصول کے پابند تھے، جب تک آپ بمبئی میں قیام پذیر رہے کسی بدمذہب کو پر مارنے کی بھی مجال نہ ہوئی۔" (ایضاً، ص: ۳۴)

حضرت علامہ بدر القادری مصباحی ارقام فرماتے ہیں:

"حضرت سید العلماء "سید الخطباء" اور "امام المقررین" تھے۔ ان کے خطبوں اور تقریروں کے آہنگ پر ایک زمانے میں شہر ممبئی کی فضائیں بدلا کرتی تھیں، وہ سید برکاتیت جب حق کی للکار کے لیے گرجتا تھا تو سیاست کے ایوان میں زلزلہ آجاتا تھا۔" (ص: ۶۶۱)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

"حضور سید العلماء کو تاریخ پر بڑا عبور حاصل تھا۔ آپ کی تقریریں بڑی پُر جوش ہوتی تھیں، کبھی کبھی آپ مقفیٰ ومسجع تقریر بھی کرتے تھے، محرم الحرام کی دس گیارہ روزہ تقریریں تو یادگار تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ شب عاشورہ کی تقریر خصوصیت کے ساتھ بہت ہی معلوماتی، اصلاحی، پر جوش اور ساتھ ہی ساتھ رقت آمیز ہوتی تھی۔ راقم نے آپ کی بمبئی کی تقریروں کی کیسٹیں سنی ہیں اور استقامت ڈائجسٹ کان پور کے شہید اعظم نمبر میں شب عاشورہ کی جو تقریر پڑھی ہے وہ

ایک یادگار اور تاریخی تقریر ہے اور آج کے لفاظ مقررین اس تقریر سے کئی تقریریں تیار کر سکتے ہیں، البتہ وہ قابلیت، انداز، لب ولہجہ اور جذبۂ صادق کہاں سے لائیں گے۔" (ص: ۳۸۳)

مولانا بشیر احمد بشیر القادری لکھتے ہیں:

"(حضور سید العلماء نے) اپنے زور خطابت سے بمبئی جیسے عظیم شہر کو ایسا مسخر کر دیا کہ اپنے تو اپنے، غیروں نے بھی اعتراف کیا کہ سید العلماء کا بمبئی شہر میں وہ وقار واقتدار ہے کہ بمبئی کے سنی مسلمانوں کو جدھر چاہیں جھکا دیں، ان کے دلوں پر قبضہ تھا۔"

آگے مزید ایک تاریخی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک بار شب عاشورہ میں چھ گھنٹے ذکر شہادت بیان فرمایا، بمبئی شہر کی چہل پہل، ٹرافک، گلی کوچہ سب جام تھے، مجمع کا یہ عالم تھا کہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا، شہادت اکبر پر جو بیان فرمایا کہ سارا مجمع آہ ونالے بھر رہا تھا، رقت کا یہ عالم تھا کہ سامعین کے آنسوؤں سے دامن تر تھے اور کتنے سکتہ و بے ہوشی میں اٹھائے گئے۔" (حوالہ سابق، ص: ۵۷۶)

سید محمد اکمل اجملی، سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد رقم طراز ہیں:

"حضرت سید العلماء نے تبلیغ دین، اعلائے **کلمۃ الحق**، احیائے سنیت کے لیے جو قربانیاں دیں وہ اظہر من الشّمس ہیں۔ آج ملک کے طول وعرض میں جو مکتبہ فکر کے مدارس موجود ہیں ان کی تاسیس اور سرپرستی کا سہرا اسی عبقری کے سر تھا۔ خطیب ایسے کہ فصاحت وبلاغت کا بحر ذخار موجیں مارتا نظر آتا، طبیعت میں خودداری، فقر واستغنا کوٹ کوٹ کر بھرے تھے، حق و صداقت کی راہ میں لاکھ سنگ ہائے گراں حائل ہوں کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں ہوئی، طاغوتی قوتوں کو ہمیشہ ٹھکرایا اور کسی ثروت حکومت کو خاطر میں نہیں لائے۔"

(ماہنامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص: ۵۴۵)

مندرجہ بالا تأثرات اور وضاحتوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضور سید العلماء کو فن خطابت پر کامل عبور حاصل تھا۔ وہ میدان تقریر کے بادشاہ تھے، ان کے تمام کمالات وجواہر میں تقریر وخطابت کا جوہر کھل کر نمایاں ہوتا تھا، اور دلوں کو مسحور کر لیتا تھا، جذبات وکیفیات قلبی کو نئے رنگ وآہنگ سے آشنا کرتا تھا اور اپنی فتح ونصرت کا علم بند کرتا تھا، اس میں آپ کی خداداد

صلاحیتوں، روحانی امانتوں، علمی بصیرتوں، تاریخی حوالوں اور زبان و بیان، انداز تکلم اور لب و لہجے کی انفرادیت سب کو دخل تھا جو انھیں یقیناً ''**سید الخطباء**'' کے منصب پر فائز کرتا ہے۔

عصری آگہی:

کوئی بھی دانشوری یا علمیت احوال زمانہ سے بھرپور واقفیت کے بغیر نامکمل مانی جاتی ہے، عصری آگہی انسانی کمال بھی ہے اور شرعی ضرورت بھی، حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے اندر یہ مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ان کی انقلابی حیات میں یہ خوبی بہت نمایاں نظر آتی ہے، اس سلسلے میں صرف ایک شہادت پیش کی جارہی ہے۔

سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی لکھتے ہیں:

''سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی جدید وقدیم کا سنگم تھی، ایک طرف ان کے اندر اپنے اسلاف کا رنگ تھا، سادگی، حلم، عجز وانکسار تھا، تواضع وخاطر داری تھی، اعزا واقربا پروری کا جذبہ تھا، دوسری طرف زمانے کی نبض پر رکھنے کا سلیقہ تھا، صاف ستھری سیاست کا شعور تھا، حالات حاضرہ پر نظر رکھنے کا شوق تھا۔ مسجد اقصیٰ پر جب یہودیوں نے قبضہ جمایا، ان دنوں دنیائے سنیت میں تہلکہ مچ گیا، احتجاج اور مظاہرے ہونے لگے، بمبئ میں خلافت کمیٹی نے یہودی سفارت خانے پر مظاہرہ کرنے کے لیے ایک احتجاجی جلوس کا اہتمام کیا۔ مگر چوں کہ اس جلوس میں شیعہ، دیوبندی، بوہری، ہر مکتب خیال کے لوگ شریک تھے اس لیے سید میاں نے خود کو اس جلوس سے دور رکھا اور سنی جمعیۃ العلماء کے پرچم تلے اپنا ایک علاحدہ جلوس ترتیب دیا۔ برسوں بعد بمبئ کے ایک نام نہاد خطیب اور بزعم خود مفسر اعظم نے یہ شکوہ دہرایا کہ ''سید میاں کی ضد نے ہم سنیوں کو قیادت سے محروم کردیا۔ ان کی ضد کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہاں ایک جلوس میں لاکھوں کا مجمع تھا، وہاں سید العلماء صرف تین سو تیرہ نفر لیے ہوئے تھے۔'' سید العلماء کے ایک مرید صادق مولوی بشیر احمد قادری برکاتی نے اسی وقت کھڑے ہوکر ان خاں صاحب کو منہ توڑ جواب دیا اور کہا: ''یہ بھی سید میاں پر ان کے نانا جاں صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا کہ کل جب نانا جان بدر کو چلے تھے تو ان کے ساتھ بھی تین سو تیرہ جاں نثار تھے اور آج جب ان کا نواسا اٹھا تو وہ بھی اپنے نانا کا مظہر بنا ہوا ہے۔ سنیوں کی قیادت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دشمنان دین وشاتمان

رسول کو ساتھ ملا کر چلا جائے'' **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ**'' کا ضابطہ جس جماعت میں نہیں ہے وہ مصطفیٰ کی جماعت نہیں ہوسکتی، البتہ گروہ شیطانی ضرور کہیں گے اسے۔''

(ماہنامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص: ۵۱۹، ۵۲۰)

مولانا عبدالرحیم قادری کانپوری لکھتے ہیں

''حضور سید العلماء کی خاندانی وجاہت وشرافت تو اپنی جگہ پر ملک کے اندر مسلم تھی ہی علاوہ ازیں وہ ایک زندہ دل اور باشعور مجاہد بھی تھے۔ صاحب نظر اور سیاسی سوجھ بوجھ کے حامل بھی تھے، مدبر اور مفکر بھی تھے، وقت کے بے بدل خطیب اور مقرر بھی تھے۔'' (ایضاً، ص: ۵۲۳)

سید میاں علیہ الرحمہ کی عصری آگہی ملاحظہ کرنی ہو تو ان کا خطبۂ صدارت اور دیگر خطبات پڑھیں، ہر ہر سطر میں یہ حقیقت جلوہ فگن ملے گی، اسی کتاب میں ایک نمونہ دیا گیا ہے۔

کشف وکرامت:

کشف وکرامت اللہ رب العزت کی جانب سے اپنے محبوب اور مخصوص بندوں کے لیے خاص عطیہ ہے، اللہ نے اس عطیۂ بیش بہا سے حضرت سید العلماء کو بھی مالا مال کیا تھا۔ آپ کے دفتر فضیلت وکرامات سے چند ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔

حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

''میں خود اپنی معلومات کی روشنی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت سید العلماء مستجاب الدعوات صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، خود میرے اوپر بارہا ایسی افتاد پڑی کہ میں پریشان ہوگیا۔ حضرت سید العلماء سے دعا کی درخواست کی، حضرت نے دعا فرمائی دعا کے بعد بشارت بھی دے دی تمہاری مصیبت ٹل گئی اور پھر ویسا ہی ہوا۔

(۱) بلرام پور میں دیوبندیوں نے اپنے پیسے اور حکام رسی کے بل بوتے پر مجھ پر اور میرے احباب پر ایک جھوٹا کیس دائر کردیا تھا، میں سخت پریشان تھا۔ عرس قاسمی میں حاضری ہوئی، دعا کی درخواست کی، دعا فرمائی اور فرمایا: مفتی صاحب جاؤ اب آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا کچھ نہ ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔

(۲) کالپی شریف حاجی دین محمد صاحب کے صاحب زادے خفا ہوکر گھر سے چلے گئے

تھے اور کئی دن سے لاپتہ تھے۔ رات کو بعد جلسہ حاجی دین محمد صاحب نے حضرت سید العلماء سے عرض کیا۔ حضور دعا فرمائیں وہ آجائے۔ حضرت سید العلماء نے فرمایا کہ صبح کی گاڑی سے آجائے گا۔ میں اس وقت وہاں حاضر تھا، صبح جب گاڑی کی سیٹی ہوئی، اورئی کے مولوی بشیر القادری صاحب موجود تھے، ان سے فرمایا: دروازہ کھولو دیکھو وہ آگیا۔ انہوں نے دروازہ کھولا، دیکھا تو صاحب زادے دروازے پر کھڑے تھے۔''

(کتابچہ، حضور سید العلماء، از: شارح بخاری، ص:۱۶، ۱۷)

(۳) مولانا بشیر احمد بشیر القادری اورئی بیان کرتے ہیں:

''۱۹۵۶ء میں اورئی میں فرقہ وارانہ فساد ہوگیا۔ جس میں ہمارے اور مسلمانوں کے مکانات اور دکانیں جلا دی گئیں، سب کچھ لٹ گیا تھا، ہمارے ساتھیوں کو اور اورئی کے بااثر مسلمانوں کو پولس نے گھروں سے پکڑ پکڑ کر جیل میں بند کر دیا تھا، میری بھی پولس کو تلاش تھی۔ میں بمبئی چلا آیا، یہاں حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ کی شہرت تھی وہ اپنے وقت کے عارف باللہ، درویش کامل، قطب زمن اور روشن ضمیر بزرگ تھے۔ ان کی کرامت کا خوب چرچا تھا۔ خادم اپنے دوست عبد القادر بابا کے ساتھ مسجد کھڑک نماز پڑھنے جاتا، سرکار کی خدمت میں اور مسجد کھڑک میں اپنا وقت گزارتا، قلب کو سکون ملتا۔ لیکن جب اورئی کی یاد آتی، کسی پولس والے کو دیکھتا، دل گھبرانے لگتا، چہرے پر پسینہ آجاتا، کئی بار دل میں آیا کہ اپنے حالات حضور سید العلماء کی بارگاہ میں عرض کروں مگر ہمت نہیں پڑتی، آخر دل پر جبر کر کے اٹھا اور سرکار سید العلماء کی دست بوسی و مصافحہ کیا، آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، حضور نے فرمایا: کیوں روئے، کیا بات ہے؟ غلام نے اپنا حال عرض کیا، فرمایا: بیٹے بشیر! گھبراؤ مت، اللہ پر بھروسہ رکھو، ہم نے تمہارا معاملہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کر دیا ہے، ان شاء اللہ کچھ نہ ہوگا جاؤ۔ خادم سلام وقدم بوسی کے بعد واپس چلا آیا، مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرے سر پر بوجھ تھا کسی نے اتار لیا، اسی وقت سے میرے دل میں ڈر، خوف ختم ہوگیا اور بمبئی میں اطمینان وسکون سے رہنے لگا۔ پولس والوں کے سامنے سینہ تان کر نکل جاتا، دل یہ کہتا اب ڈرنے کی کیا بات ہے۔ حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہیں، ان کے کرم سے ہم محفوظ ہیں، ہمارا کچھ نہ ہوگا اور یہی

ہوا، تقریباً چھ ماہ بعد اورئی سے اطلاع ملی کہ تمہارا نام پولس نے جانچ میں خارج کر دیا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے سید العلماء کی، میرے آقا! تمہارے کرم کا کیا کہنا جو فرمایا وہ ہو کر رہا۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص:۵۷۸، تا ۵۸۰، ملخصاً)

(۴) مولانا بشیر القادری اورئی رقم طراز ہیں:

دوسری بار حضور سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۶۶ء میں اورئی تشریف لائے، دار العلوم برکات محمدیہ کا سالانہ جلسہ تھا، چیت کی فصل کٹ رہی تھی، باہر کے مہمانوں کے آنے کی امید کم تھی، لہٰذا کھانا کم بنوایا تھا مگر مہمان بکثرت آگئے۔ میں بہت پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا؟ میری پریشانی کو دیکھ کر حضور نے فرمایا بیٹا بشیر! کیا بات ہے؟ عرض کیا: سرکار! مہمان زیادہ ہیں کھانا کم بنوایا ہے۔ جلسہ کا وقت شروع ہونے کا ہے۔ اتنی جلدی کھانا بن نہیں سکتا، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کیا کروں؟ فرمایا گھبرانے کی کیا بات ہے، جاؤ کھانے پر چادر ڈال دو، دیکھنا مت۔ کھانا کھلانا شروع کر دو، خادم نے کھانا کھلانا شروع کر دیا، واللہ سارے مہمان کھا گئے، ہم خوش خوش سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور نے پوچھا سب مہمان کھا چکے، میں نے کہا جی۔ حضور نے فرمایا جاؤ چادر ہٹا کر دیکھو کتنا کھانا ہے اب ہم نے چادر اٹھا کر دیکھا تو آدھا کھانا موجود تھا خادم نے کل دس کلو گوشت اور بیس کلو آٹے کی روٹی بنوائی تھی جس میں تقریباً تین سو حضرات نے کھانا خوب سیر ہو کر کھایا اور آدھا بچ رہا۔ کیوں نہ ہو شاہ برکت اللہ کی برکتیں ہیں ان کے ہاتھ میں۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، مبارک پور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص:۵۸۶، ۵۸۷)

سفر حج کا انوکھا، سچا واقعہ:

مولانا بشیر القادری اورئی لکھتے ہیں:

''حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ غالباً ۱۹۵۸ء میں فریضۂ حج بیت اللہ شریف اور بارگاہ حبیب کبریا کی زیارت وحاضری کے لیے تشریف لے گئے تھے، قیام مکہ مکرمہ میں ایک دن اچانک حضور سید العلماء کی طبیعت خراب ہوگئی، علاج شروع کیا، دوا کھانے سے مرض بڑھتا ہی گیا، سارے ساتھی پریشان تھے، بخار بہت تیز تھا، بدن مثل آگ کے گرم تھا، دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا، سوچنے لگے کیا کریں۔ حضور سید العلماء نے خود ہی فرمایا: دوا سے فقیر کو شفا نہیں

ہوگی ، مجھے جلد میرے نانا جان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ میں لے چلو۔ حضور کے ہمراہی ساتھیوں نے مدینہ شریف کی تیاری کی اور بذریعہ کار مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئے ،حضور سیدالعلماء پر غشی طاری تھی ۔کار جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئی ، حضور سیدالعلماء اپنے آپ ہوش میں آگئے ،فرمایا: کیامدینہ شریف آگیا؟ ساتھیوں نے عرض کیا: جی حضور! ،فرمایا: گاڑی روکو،اور حضور سیدالعلماء کار سے اتر کر زمین میں لوٹنے لگے اور سر اور بدن پر مدینہ اقدس کی مٹی ملنے لگے ۔ یہ منظر دیکھ کر سب ساتھی گھبرا گئے ، یااللہ! یہ حضور کو کیا ہوگیا، آپس میں مشورہ کیا کہ حضور سیدالعلماء کو گاڑی میں بٹھا کر جلد مدینہ شریف کے کسی اسپتال میں داخل کیا جائے ، جب لوگ حضور کے قریب آئے تو دیکھا ،حضور مسکرا رہے ہیں، ایک دم اچھے ہیں ،فرمایا: میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: مدینہ کی مٹی شفا ہے، الحمدللہ! فقیر بالکل اچھا ہے ۔سرکار حضور سیدالعلماء اور سبھی ساتھی خوش خوش درودوسلام پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ شہر اقدس میں داخل ہوئے ۔ ''(ماہ نامہ اشرفیہ،مبارکپور،سیدین نمبر،ص:۵۸۲)

وفات حسرت آیات:

حضرت سیدالعلماء علیہ الرحمہ کی وفات ممبئی میں یکم جولائی ۱۹۷۴ء/ دس اور گیارہ جمادیٰ الآخرہ ۱۳۹۴ھ کی درمیانی شب گیارہ بج کر ۴۰ منٹ بروز دوشنبہ ہوئی، وصال کے وقت حضرت سیدالعلماء کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ بذریعہ طیارہ ان کا جسد خاکی مارہرہ شریف لے جایا گیا، جہاں آپ کے صاحب زادے سید آل رسول حسنین میاں نظمی دام ظلہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں پیرومرشد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ زیارت گاہ خلائق ہے۔ممبئی اور مارہرہ میں ہرسال آپ کا عرس پاک منعقد ہوتا ہے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی حضرت سیدالعلماء علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت سیدی مفتی، اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کے قلوب پر ہونے والے گہرے صدمے کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

'' آپ کے وصال کی خبر سے پورے ہندوستان میں تہلکہ مچ گیا۔ جب یہ اندوہ ناک خبر بذریعہ تار اشرفیہ پہنچی تو فوراً حضور حافظ ملت نے تعزیت وایصال ثواب کا اجلاس طلب فرمایا اور

مجھے اس سلسلہ میں تقریر کا حکم دیا۔ پھر حضرت نے عالم رقت میں فرمایا: ''سیدالعلماء علیہ الرحمہ کا الجامعۃ الاشرفیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔'' حضور سیدی مفتی اعظم ہند قبلہ اس دور میں بستر علالت پر اکثر عالم محویت میں ہوتے ،شاید آپ کو حضرت سیدالعلماء کی رحلت کی خبر شدت مرض کی بنیاد پر نہ دی گئی۔ ایک روز جب آپ کو باہر دارالافتا میں لایا گیا تو آپ کی نظر ایک پر شکوہ پوسٹر پر پڑی۔عنوان تھا: ''عرس چہلم سیدالعلماء'' آپ پر رقت طاری ہوگئی،فرمایا: آہ! یہ بھی رحلت فرما گئے،اور فوراً فاتحہ خوانی فرمائی۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ،مبارکپور،سیدین نمبر،ص:۳۴،۳۵)

''معارف شارح بخاری'' میں ہے:

''حضور سیدالعلماء قدس سرہ کے وصال کی افسوس ناک خبر جس وقت شارح بخاری مفتی (شریف الحق) صاحب قبلہ کو ملی تو مفتی صاحب پر غشی طاری ہوگئی،صرف نماز کے وقت ہوش آتا ،نماز ادا فرماتے پھر غشی طاری ہو جاتی ،اس وقت مفتی صاحب قبلہ دارالعلوم انوارالقرآن بلرام پور میں شیخ الحدیث تھے۔'' (ص:۲۵۲)

خلیفہ احسن العلماء حضرت قاری امانت رسول قادری (پیلی بھیت) نے بے شمار مادہ ہائے تاریخ وصال مستخرج کیے ہیں،صرف دوملاحظہ کرلیں:

(۱)-''والا رتبہ خاندان برکات'' (۱۹۷۴ء)

(۲)-''مرد صاحب دل سیدالعلماء مولانا شاہ سید آل مصطفیٰ'' (۱۳۹۴ء)

یہ سوانحی تحریر حضور سیدالعلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری مارہروی قدس سرہ کی بلند پایہ ذات اور ہمہ جہت کارناموں کا اجمالی خاکہ پیش کرتی ہے ورنہ ان کی مثالی شخصیت اور دینی وعلمی خدمات کو کما حقہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کم از کم میری زبان وقلم میں طاقت نہیں ہے۔ لیکن اتنا ضرور عرض کریں گے :

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

توفیق احسن برکاتی

(۲۲/ستمبر ۲۰۱۲ء- ۵/ذوقعدہ ۱۴۳۳ھ+اضافہ:۱۳/فروری ۲۰۱۶ء)

●●

مناقب سیدالعلماء

نائب صدر شریعت

جاذب نور شریعت حضرت سید میاں
سالک راہ طریقت حضرت سید میاں

شارح شرعِ مبیں ان کا قلم ان کی زباں
ترجمانِ دین فطرت حضرت سید میاں

صاحبِ سبع سنابل کی عبارت کے امیں
عبدِ واحد کی وراثت حضرت سید میاں

خاندانِ برکت اللّٰہی کے تھے چشم وچراغ
نورِ عین شاہ برکت حضرت سید میاں

تھے سراپا حضرت اچھے میاں کے جانشیں
افتخارِ قادریت حضرت سید میاں

حضرت نوری میاں کے نور کے پرتو تھے وہ
نورِ احمد کی لطافت حضرت سید میاں

پیرومرشد نے نوازا جن دعاؤں سے انھیں
ان دعاؤں کی کرامت حضرت سید میاں

مسلکِ احمد رضا کے وہ علم بردار تھے
جاں نثار اعلیٰ حضرت حضرت سید میاں

حضرتِ صدرالشریعہ نے جنھیں تعلیم دی
نائبِ صدر شریعت حضرت سید میاں

مفتیِ اعظم جنھیں خط میں لکھیں یاسیدی
ہاں وہی فخر سیادت حضرت سید میاں

سنیوں کو دے گئے سنی جماعت کا علم
مرحبا صدر جماعت حضرت سید میاں

حافظ و قاری، خطیب ومفتی و شاعر، ادیب
صاحبِ کشف و کرامت حضرت سید میاں

نام سن کر دیوبندی کانپتے ہیں آج بھی
قاطعِ کفر و ضلالت حضرت سید میاں

جن کے فتووں نے مچائی دھوم ہندوپاک میں
صاحبِ علم و فضیلت حضرت سید میاں

اپنے وعظوں میں سراسر علم کرتے تھے بیاں
شاہِ اقلیم خطابت حضرت سید میاں

رب نے اپنے فضل سے بخشا انھیں دست شفا
طبِ یونانی کی عزت حضرت سید میاں

مسندِ ارشاد پر وہ عمر بھر فائز رہے
مرشد و پیر طریقت حضرت سید میاں

حق کی خاطر دولت دنیا کو ٹھوکر مار دی
پاس دار فقر و غربت حضرت سید میاں

بے خطر، بے خوف ہوکر حق کہا حق ہی لکھا
مردِ حق فرد حقیقت حضرت سید میاں

جن کے لب پہ ہر گھڑی تھا ذکر اللّٰہ الصمد
ذاکرِ توحید و وحدت حضرت سید میاں

باپ وماں دونوں ہی جانب سے حسینی خون تھا

صاحبِ نورانی نسبت حضرت سید میاں
حیدری نسبت حسینی خون مشرب قادری
حاملِ پاکیزہ نسبت حضرت سید میاں
ذکرِ اثبات ونفی تھا جن عادت میں شمار
نکتہ دانِ سر وحدت حضرت سیدمیاں
فارسی عربی و اردو ہندی انگریزی میں طاق
ماہر ہر فن و صنعت حضرت سید میاں
رافضیوں کے لیے تھے ذوالفقار حیدری
سرگروہ اہل سنت حضرت سید میاں
نظمیِ عاصی نے یہ کہہ کر رکھا اپنا قلم
ہم پہ تھے اللہ کی رحمت حضرت سید میاں

(جانشین سیدالعلماء حضرت قبلہ سید نظمی مارہروی علیہ الرحمہ)

●●

سیدالعلماء زندہ باد

جادۂ حق کے مرد میداں سید العلماء زندہ باد
دیں نبی کے سچے ثنا خواں سید العلماء زندہ باد

مارہرہ کے راج دلارے برکت میاں کے ہومہ پارے
گلشن نوری کے گل خنداں سید العلماء زندہ باد

نوری چہرے کی تابانی قرأت قرآں بھی لاثانی
سچے موتی جیسے دنداں سید العلماء زندہ باد

صورت وسیرت حق سے پائی بھٹکے ہووں کو راہ دکھائی
شمع شبستاں ہادی دوراں سید العلماء زندہ باد

تاج العلماء آپ پہ نازاں شاہ حمزہ فرحاں فرحاں
قاسم میاں بھی آپ پہ شاداں سید العلماء زندہ باد

تاج سنی جمعیۃ العلماء تھا آپ ہی کے شایان شاں
مفتی اعظم آپ پہ نازاں سید العلماء زندہ باد

حامی سنت ، ماحی بدعت ہاتھوں دامان شریعت
تاج ولایت عطاے سبحاں سید العلماء زندہ باد

حکمت میں بھی تھے وہ کامل فتوے میں بھی ملکہ حاصل
سید الحکماء مفتی ذی شاں سید العلماء زندہ باد

شان نرالی بات نرالی پائی حق سے ہمت عالی
دشمن بھی انگشت بدنداں سید العلماء زندہ باد

امرا،غربا پہ یکساں عنایت پھیریں سر پہ دست ولایت
آپ کی شفقت پر سب قرباں سید العلماء زندہ باد

پینتالیس میں مگہر آئے ،مگہر کی بھی شان بڑھائے
جاری کیا برکاتی فیضاں سید العلماء زندہ باد

برکاتی فیضان مؤید جس کے سر پہ سایۂ سید
رحمت وبرکت کا یہ ساماں سید العلماء زندہ باد

آہ بروز حشر وہ منظر تیرا سخاوت کہتا ہے روکر
ہاتھوں میں ہو بس ترا داماں سید العلماء زندہ باد

(حضرت مولانا سخاوت علی برکاتی،خلیفۂ سیدالعلماء)

●●

سیدممدوح

تاج سجادہ نشینی بر سرت تابندہ باد
آفتاب فیض نوری از رخت رخشندہ باد

آفتاب رست خیز آسا خور اقبال تو
بر محبت نور چشم بر عدد سو زندہ باد

بندگانت راز دیدار تو صد فرح وسرور
دیدہ اعداز بن چینی تو برکندہ باد

یا خدا موصوف را چنداں رساں بربام اوج
نیر اقبال ہم اقبال ازو جویندہ باد

سید ممدوح را بر من چناں گرداں کریم
تا کہ ہر بد خواہ من از خود او شرمندہ باد

گفت طیب شمسیش بامداد ودود
قاسم برکات سیدنا قیامت زندہ باد

(حضرت مولانا محمد طیب صدیقی)

●●

شارح مسلک رضا

نور بزم عشق رسالت سیدالعلماء زندہ باد
آپ کے سر پہ تاج ولایت سیدالعلماء زندہ باد

آل نبی اولادِ علی ہیں غوث کے پیارے رب کے ولی
آپ ہیں مارہرہ کی زینت سید العلماء زندہ باد

آخری دم تک روح رواں اور صدر معظم آپ رہے
کہتی ہے یہ سنی جماعت سیدالعلماء زندہ باد

کہتے ہیں سارے برکاتی ہم بھول نہ پائے آج تلک
ان کی خطابت ان کی امامت سیدالعلماء زندہ باد

وقف کیا تن من دھن دیں پر اچھے ستھرے رہبر نے
شارح مسلک اعلیٰ حضرت سید العلماء زندہ باد

احمدؔ کے سر پہ رکھیں گے ان شاء اللہ نانا جان
دست شفقت روز قیامت سید العلماء زندہ باد

(ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، علی گڑھ)

●●

حقیقی تصویر

نگاہ چشم تصور نے لی ہے انگڑائی
کہ یاد سید مارہرہ بے طرح آئی

کسی کے چہرۂ زیبا کی جلوہ آرائی
ریاض روح سے خوشبو گلاب کی آئی

ہماری آنکھ ہے اس شکل کی تمنائی
کہ جس کے جلوے سے بڑھتی ہے دل کی بینائی

ہمارے نخل تمنا پہ پھر ثمر آیا
کہ ان کی یاد کی چلنے لگی ہے پُروائی

خطیب و حافظ و عالم، طبیب روح وبدن
اس ایک ذات میں کتنے ہنر کی سنوائی

جمال دیکھا تو پہروں انھیں کو تکتے رہے
جلال دیکھا تو پھر آنکھ ہی نہ اٹھ پائی

خطاب ایسا کہ چاہیں تو شب کو صبح کریں
خموش ہوویں تو عالم میں جیسے تنہائی

کسی کو ہاتھ سے نسخہ علاج کا لکھا
کسی کو صرف تبسم سے دی مسیحائی

وہ اپنے حجرۂ کم جا میں خوش رہے واللہ !
وہی تھا قصر بھی ان کا ، وہی تھی انگنائی

شفا شریف تھی رحلت کے وقت سینے پر
اسی سے جانچ لو ایمان کی توانائی

قرآن سینے کے اندر ، حدیث سینے پر
وفات آئی تو کس اہتمام سے آئی

جناب سید العلماء و احسن العلماء
مثال دیتے ہیں سب، ہوں تو ایسے ہوں بھائی

حسنؔ سے ان کی محبت کا ایسا عالم تھا
کہ درد اِن کے اٹھے ، آنکھ اُن کی بھر آئی

نظر میں پھر گئی شکل جمیل سیدؔ کی
ردائے قبر کسی نے ذرا سی سرکائی

ہزار زیست کے غم تھے ، میں شعر کیا کہتا
کرم تھا ان کا جو یہ منقبت بھی لکھ پائی

کرم خدا کا اور اس کے رسول کا صدقہ
کہ آج عرس میں بارش بھی خوب برسائی

ابھی بھی یاد ہے اشرفؔ کرم کا وہ منظر
خلیفہ کر کے مٹھائی بھی خود ہی منگوائی

(حضرت سید محمد اشرف مارہروی، خلیفہ سیدالعلماء) ●●

کتبۂ لوح مزار

سنیوں کے مقتدا و پیشوا سید میاں
مومنوں کے رہ نما و ناخدا سید میاں
مسلک مخدوم شاہ برکت اللہ کے نقیب
تھے ابو الحسنین آل مصطفیٰ سید میاں
نکتہ سنج و نکتہ جو و نکتہ داں و نکتہ رس
فلسفی اور صاحب فکر رسا سید میاں
حافظ و قاری خطیب و مفتی و شاعر طبیب
تھے سراسر اپنے مرشد کی دعا سید میاں
فیض نوری جذب مہدی فضل اولاد رسول
اور سراپا شاہ برکت کی ضیا سید میاں
تھی زباں بے خوف ان کی اور قلم بے باک تھا
قول و فعل و حال میں احمد رضا سید میاں
مفتی اعظم سے پوچھا آپ کا پیارا ہے کون؟
آ گیا ان کی زبان پر بر ملا سید میاں
نام سے ان کے وہابی لرزہ براندام تھے
دیوبندی کے لیے قہر خدا سید میاں
تیرہ سو تینتیس ہجری میں ولادت آپ کی
رفت در چار ونود سوئے خدا سید میاں
نظمی عاصی نے لکھا ہے کتبۂ لوحِ مزار
مغفرت کی اس کو بھی دے دیں دعا سید میاں

(سید نظمی مارہروی علیہ الرحمہ) ●●

عاشقِ خیرالوریٰ سیدآلِ مصطفیٰ

عاشقِ خیرالوریٰ سید آلِ مصطفیٰ
مظہرِ غوث الوریٰ سید آلِ مصطفیٰ

شعر میں ہے نغمگی ، عشق بھی ہے سوز بھی
واصفِ شاہِ ہدیٰ سید آلِ مصطفیٰ

چار یاروں کے یقیناً سینے ، اے اہلِ سُنن
آئینہ ہیں آئینہ سید آلِ مصطفیٰ

سنی جمعیت کی آپ شان تھے ہاں جان تھے
سنیوں کے رہنما سید آلِ مصطفیٰ

نقش بندی ، سہروردی ، قادری ہیں چشتی بھی
رہبرِ راہِ ولا سید آلِ مصطفیٰ

مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد ہاں زندہ باد
آپ کا نعرہ رہا سید آلِ مصطفیٰ

برکتِ برکات اے برکاتی مرشد عرض ہے
ہو مُشاہؔد کو عطا سید آلِ مصطفیٰ

(ڈاکٹر مشاہد رضوی، مالیگاؤں) ●●

خطبۂ صدارت

سیدالعلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ سید میاں قبلہ
(صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی)

برموقع: آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور

بتاریخ: ۱/۲/۳ نومبر ۱۹۶۳ء

بمقام: گراؤنڈ حلیم کالج کانپور

زیر اہتمام: سنی جمعیۃ العلماء کانپور

علمائے اہل سنت، مشائخ طریقت، اعیان ملت، ومحترم حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی مستقل قیادت وصدارت ہی نے ذہن وفکر کو اس قدر بوجھل بنا رکھا ہے کہ اب کسی اور طرف مڑکر دیکھنے کی سکت باقی نہ تھی۔ مگر سنی جمعیۃ العلماء کانپور کے مرکزی کابینہ کے اس حسن اعتماد کو کیا کہئے کہ: ع

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

سہ روزہ کانفرنس کے آخری اجلاس کی صدارت بھی میرے نحیف وناتواں کاندھے پر ڈال دی گئی۔ حالانکہ مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ آخری اجلاس جس کی صدارت سے میرے بدن کی ہڈیاں چٹخی جارہی ہیں، اس بارگراں کو ہنستے بولتے اٹھانے والے میری جماعت میں مجھ سے کہیں زیادہ بہتر اور صاحب صلاحیت افراد بھی موجود ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کرسی صدارت ہے یا میرے بلند حوصلوں کی آزمائش گاہ؟

سچ جانیے اگر مجھے کانپور کی کابینہ پر اعتماد کلی نہ ہوتا تو میں یہ کہے بغیر نہ رہتا کہ علما و مشائخ کی بھری محفل میں میری تضحیک کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن میں وقت کی یہ بہت بڑی فیاضی اور سعادت بھی تصور کرتا ہوں جب کہ وہ ایک بیمارِ غم کو کسی مسیحا کے جھرمٹ میں ڈال دے۔ اب بھی اگر میں خاموش رہتا ہوں میری جماعت کی بدنصیبی کا پہلا اور آخری دن ہوتا۔

اظہار حال:

اے ملت کے نگہبانو! مائک پر کوئی چارہ ساز و مسیحا نہیں آیا بلکہ ایک بیمارِ غم نے آپ سے دور رہ کر عالم کرب و اضطراب میں چھ کروڑ پریشان حال کا نسخۂ شفا مرتب کیا ہے۔ مجھے آپ کی اصابت رائے اور حق گوئی پر اتنا ہی اطمینان و بھروسہ ہے جتنا کہ کل کی صبح آفتاب کے طلوع ہونے کا یقین ہے۔ اس لیے اگر نسخہ کے تیر بہدف ہونے اور آنے والی چند سطروں میں پختگی رائے کی آپ کوئی بھی جھلک محسوس فرمائیں گے تو اس میں تحسین و مرحبا ہی سے کام نہ لیں گے۔ بلکہ اس کے ایک ایک نقطہ پر صاد کر کے یہ ثابت کر دیں گے کہ سنی جمعیۃ العلماء کا نظریہ چھ کروڑ سنی مسلمانوں کا مشترکہ اور متفقہ نظریۂ حیات ہے اور اگر آپ فکری لغزشوں پر مطلع ہو جائیں گے تو محض چشم پوشی سے اپنی فراخدلی کی داد نہ چاہیں گے۔ بلکہ بھری محفل میں انگلیوں کے اشارے سے اس کی نشاندہی فرما کر اپنا فرض منصبی انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہ برتیں گے۔

کانپور کا انتخاب:

اس عنوان کی تفصیل تو خطبۂ استقبالیہ میں گزر چکی اور سچ جانیے یہ عنوان صدر مجلس استقبالیہ کے حق میں اتنا ہی مختص و متعارف ہے جتنا کہ جماعتی پالیسی کا عنوان صدر جماعت کے لیے لیکن کانپور میں ہونے والی کانفرنس کی جو بات سطح ذہن پر ابھری تھی وہ یہ تھی کہ کانپور اگرچہ اتر پردیش کا دل نہیں۔ مگر دل کی دھڑکنوں سے اتنا ہی قریب ہے کہ اس پر بے خبری کا الزام بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر کیوں نہ ایسا ہو کہ ایک راز دار ہی کی انجمن میں افشائے راز کیا جائے۔

لمحہ فکریہ:

اے کانپور کے دوستو! اگر آپ حضرات جھانک کر کسی کا دل دیکھنا نہیں جانتے تو کبھی قریب آکر صدائے دل پر اپنا کان ہی لگا دیتے، آپ کو کیا معلوم اس ٹوٹے ہوئے دل میں آپ

کی پائمالی پر رنج و غم کی کیسی شعلہ بار انگیٹھی سلگ رہی ہے اور اسی ایک دل نے آپ کی کامیابی و کامرانی کے کتنے حسین و دیدہ زیب ایوان و محل سجا رکھے ہیں۔ اے کاش دل کی جس بھڑکتی ہوئی آگ میں میرا جسد خاکی جل رہا ہے، اس کی ایک چنگاری ہی آپ کے دامن تک پہنچ پاتی، شاید کہ میں غلط کہہ گیا! نہیں نہیں، آپ سب کے سب سلامت رہیں میرا ہی جلنا آپ سب کے کام آجائے۔ مقتدائے ملت حضور مفتی اعظم ہند کے ایما پر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی کا ایک باوقار وفد اس وقت مالیگاؤں کی گلیوں کی خاک چھان رہا تھا اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی لپٹ سے لوگوں کا دامن بچانے میں سپاہیانہ حق ادا کر کے وطن دوستی کا ثبوت دے رہا تھا۔ جب کہ ملک کی دوسری جماعتیں دور سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھ رہی تھیں اور اس وقت کا انتظار تھا کہ اگ سرد پڑ جائے تو ایک خوفزدہ اور لوٹی ہوئی قوم سے اسی کی آبرو کا واسطہ دے کر چندہ کی بھیک مانگی جائے جیسا کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی نے اپنے ماضی میں کچھ ایسا ہی رکارڈ چھوڑا ہے اور میرے اپنے خیال میں جمعیۃ العلماء ہند دلی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی کا یہی وہ خط امتیاز ہے جو عمل کی راہ میں ایک کو دوسرے سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

میرے پیارے بھائیو! خطبہ صدارت کی چند سطریں لکھتے ہوئے دل ڈوبا جا رہا ہے اور آنکھوں تلے اندھیرا ہے بس اتنا ہی سوچ کر حیران ہوں کہ بات کہاں سے اٹھائی جائے اور کہاں ختم کی جائے۔ جبل پور کہتا ہے کہ پہلے مجھ پر ماتم کر لو تب الفاظ و معانی کا محل اٹھاؤ۔ مالیگاؤں کی سسکتی ہوئی دنیا کا تقاضہ ہے کہ ہمارے چہروں کا اضمحلال دور کر دو تب دوسروں کے چہروں پر غازہ و سرخی کا اہتمام کرو۔ یہی اپنی آنکھ ہے جو ننھے ننھے یتیموں کا چہرہ دیکھ رہی ہے۔ اور بیکس و مظلوم عورتوں کا لٹا ہوا سہاگ قلم پر پہرہ بٹھانے کے لیے خود زبان اردو اپنی چاک دامانی کے ساتھ نوک قلم تھامے کھڑی ہے کہ یا تو مجھے میرا حق دلا دو، ورنہ زبان و ادب کی ڈکشنری کا سہارا چھوڑ دو۔ خدانا کردہ اگر میں ہی مٹ گئی تو اجلاس کی ہماہمی اور بزم شعر و سخن کی ساری بہاریں اجڑ جائیں گی۔ خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب، محبوب الٰہی، سید سالار مسعود غازی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وہ عزت مآب آستانے جن پر ہماری جانیں نچھاور اور قربان ہیں ہماری قوت اور جذبۂ عقیدت کو چیلنج دے رہے ہیں کہ تمہاری خانقاہوں میں غیروں کی ٹھیکیداری کب تک؟

ترمیم مسلم پرسنل لا کا دم توڑتا ہوا بل سرگوشی کررہا ہے کہ اب تمہاری زندگی کا پورا اثاثہ خطرے کی زد میں آنے والا ہے۔مقابر دلی میں اسلاف کی وہ بوسیدہ ہڈیاں ہمیں پکار رہی ہیں۔ جن پر جمعیۃ العلماء ہند نے اپنے نام نہاد اقتدار کا محل اٹھا رکھا ہے۔غرضیکہ یہ چند ابھرتے ہوئے سوالات ہیں اور وقت کے اہم تقاضے جن کے تحت ہم نے آپ کی سربراہی میں یہ سہ روزہ کانفرنس طلب کی ہے۔

اے ملت کے ناخداؤ! میں نے آپ کے پروقار چہروں کی قطار اور اپنے حباب کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر پا کر یہ یقین کرلیا کہ میں اس راہ میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ میری ہم نوائی میں ملت اسلامیہ کا ایک لشکر موجود ہے۔چنانچہ ہم نے انہیں امیدوں کے سہارے سرزمین کانپور پر ملک کا دل ودماغ اکٹھا کیا ہے۔

ہمارا مزاج:

محترم حضرات! اگرچہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے نام کا جنم دن ۱۹۴۷ء کے بعد کہا جاتا ہے لیکن یہ اپنی روایات اور مسلک ونصب العین کے اعتبار سے اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ لفظ اہل سنت وجماعت اپنے اعتقادی اور عملی حیثیت سے۔گویا ایک ہی حقیقت کے یہ دو نام ہیں۔لہٰذا ہم کسی خوش فہمی کے تحت کسی نئی چھاپ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔بلکہ ہمارا قدامت اور پرانا پن ہی ہمارا طغرائے امتیاز ہے۔

۱۹۴۷ء کے بحرانی دور کے بعد جنہیں جہاں جانا تھا، وہ وہاں جاچکے اور جنہیں یہیں رہنا تھا انہوں نے بغیر کسی جبر واکراہ کے سمجھ بوجھ کر اپنے آزاد وطن میں اپنی زندگی کا بسیرا ڈال دیا، ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۳ء تک کی ہماری زندگی دیکھی بھالی اور جانچی پرکھی ہے۔یاد رہے ہم ان راہ گیروں میں نہیں، جن کی ہر صبح وشام پر شک وشبہ کا الزام لگایا جاسکے۔اگر آپ کی مصیبت پر ہمیں حملہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تو سچ بتائیں یہ کس بارگاہ کی فیض بخشی ہے جہاں سے آپ نے اس حق کو اپنے لیے مستعار کرلیا ہے تاکہ ہم نہ سہی تو آپ کی دوسری حریف جماعتیں اس آستانۂ کرم پر دستک دے سکیں۔معاف کیجئے ہم یہ کیسے باور کرلیں کہ سولہ برس کی طویل مدت میں آپ نے ہمیں پہچانا ہی نہیں، جمعیۃ العلماء ہند جو آپ کی پروردہ وداشتہ ہے، اس کی کانا پھوسی پر آپ

نے آزمائش کے ہر موڑ پر ہمارے ہی عوام کو تختۂ مشق بنایا۔لیکن آپ اور آپ کے عملے پر سونا وپیتل کا فرق ظاہر ہو کے رہا۔سخن گسترانہ بات آ ہی گئی ہے تو اسے بھی سماعت فرمالیجیے۔کل آپ ہی کا کوئی بالک ہٹ پر اتر آئے اور آپ اس کی دل دہی اور دلنوازی کے تحت ہم کو نگاہِ غلط انداز کا نشانہ بنادیں تو اس سے ہمارا وزن نہ گھٹ جائے گا۔بلکہ خود آپ کے ذمہ دارانہ پوزیشن کی مجروحیت وشکستگی واشگاف ہوجائے گی۔واضح رہے اب جب کبھی بھی ایسا ہوگا تو آنے والا مورخ اسے ظلم واستبداد ہی سے تعبیر کرے گا۔خدارا آپ ہمارے مزاج اور ہماری افتادِ طبع سے کھیل نہ کھیلئے۔ہم مارکیٹ وبازار کے وہ سامان نہیں جس کی قیمت لگائی جائے۔ہمیں جسے بازار میں بکنا تھا، ماں کی گود ہی میں بک چکے۔اپنا تو حال یہ ہے:

جب تک بکا نہ تھا تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کردیا

اب دنیا کی کوئی طاقت ہماری قیمت نہیں لگا سکتی۔

اگر ہمارا خودساختہ مزاج ہوتا تو ہم آپ کی عدالت مجاز کی بازپرس سے گھبرا بھی سکتے تھے۔لیکن یہ ہمارا فطری رجحان ہے، جو ہر قسم کی بالادستی سے پرے، دور ہے، ہم کسی ملک میں صرف رہنے کا صحیح شعور وسلیقہ بھی دینا "**امر بالمعروف ونہی عن المنکر**" کے تحت اسلامی فریضہ تصور کرتے ہیں۔لہٰذا یہ یاد رہے کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی کیبنٹ کا ایک خاص مزاج ہے وہ اس عشرت کدہ اور آرام گاہ کو اپنی آنکھوں میں نہیں لاتے جہاں رہ کر زبان وقلم پر پہرہ بٹھایا جاسکے اور قید وزنداں کی اس چہار دیواری میں تسکین روح کی فراوانی محسوس کرتا ہے جہاں دن دہاڑے بارگاہِ احدیت میں سجود نیاز لٹائے جانے کا اذن عام ہو، نہ تو ہم کسی ملک میں رہ کر غیر قانونی چارہ جوئیوں سے اپنے دامن وقار کو داغدار بناتے ہیں اور نہ ہی اپنے جائز حقوق کی پائمالی پر خاموش بیٹھنے کے عادی ہیں۔

دستور ہند کے دیے ہوئے حقوق کی روشنی میں ہم اپنے مطالبات تسلیم کرانے میں اس وقت تک قانونی جدوجہد کرتے رہیں گے تاوقتیکہ "حق بحقدار رسید" کی نوبت نہ آجائے۔

ایک اہم سوال:

آج ملک کے طول وعرض میں ہم سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء خالص مذہبی جماعت ہے یا سیاست حاضرہ سے بھی اس کا گٹھ جوڑ ہے؟ یہ سوال کبھی تو محض سادہ لوح مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا ہے اور گاہے گاہے بعض چالو جماعتیں چور دروازے سے یہ سوال اٹھایا کرتی ہیں۔ سنیے اور دل کا دروازہ کھول کر سنیے۔ جو ہمارا مذہب ہے وہی ہماری سیاست اور جو ہماری سیاست ہے وہی ہمارا مذہب۔

اس جملے کو جن لوگوں نے ذہنی عیاشی اور فکری تفریح کے طور پر استعمال کیا اگر ان سے یہ سوال کیا جائے تو سائل اپنے سوال میں حق بجانب ہے لیکن ملت کے جن نگہ بانوں نے مذکورہ قانون کی ٹھوس حقیقت کو سمجھا ہو اور اسی پر ان کا عمل درآمد بھی ہو تو ان سے سوال کرنا قطعاً بے محل و بے معنی ہے، ایسے سائل کے بارے میں ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ یا تو وہ مذہب سے نا آشنا ہے یا اس پر حقیقی سیاست کی پرچھائیں تک نہ پڑ سکی یا پھر وہ دونوں ہی سے نابلد ہے۔ مختصر یہ کہ ہمارا مذہب سیاست کی جنبش لب کا رہین کرم نہیں، بلکہ اسلامی سیاست اس وقت تک اپنا رخ نہیں متعین کرتی تاوقتیکہ مذہب کا کوئی اشارہ نہ پایا جائے۔ لہٰذا نہ تو مذہب سیاست سے جدا ہوسکتا ہے اور نہ ہی سیاست مذہب سے۔

یہ ایک بولتا ہوا قانون ہے جو سیاست حاضرہ وغیر حاضرہ دونوں کو شامل۔ فاعتبروا یا أولی الابصار لعلکم تفلحون۔ بات تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے اس لیے برسرراہ ایک ایسے اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں جس سے مذہب وسیاست میں چولی دامن کا صحیح تعلق بھی واضح ہو جائے۔ ہم اہل سنت اعراس اولیا کے قائل ہیں مگر یہ فتویٰ مرکز اہل سنت بریلی شریف اور مارہرہ مطہرہ کی درس گاہ شریعت وطریقت ہی سے نہیں صادر کیا جاتا بلکہ تلوار کے سائے اور پھانسی کے تختے پر بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ لیکن ایک وہ بھی جمعیت ہے جس کی پوری کابینہ مراسم عرس پر شرکت وبدعت کی چھاپ لگاتی ہے، مگر تقسیم کے بعد ان کے ناظم اعلیٰ نے بیٹھ کر جھوم جھوم کر قوالی سنی تھی، یہی وہ مذہب ہے، جو وقت کی بہتی ہوئی سیاست پر اپنا رخ بدل دیتا ہے۔ غالبًا مذہبی تعصب میں جمعیۃ العلماء ہند دلی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی کا یہی وہ نشان فاصل ہے جو ان کی انتہا پسندی اور ہماری معتدل پالیسی کا راز افشا کر دیتا ہے۔

الیکشن اور ہمارا موقف:

ہم سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ الیکشن سے متعلق آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی متعینہ پالیسی کیا ہے؟

اے محترم حضرات! یہ مسئلہ نہ اٹھا کر بھی میں آگے گزر سکتا تھا لیکن بات اگر صیغۂ راز پردہ خفا میں رکھی گئی تو ہوسکتا ہے کل مجھ پر کتمان حق کا الزام عائد کر دیا جائے اور حق پوشی اپنا شعار نہیں، یہ کسی اور ہی کو مبارک ہو۔

اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہمیں کسی کے بارے میں یہ یقین کامل ہو گیا کہ دین ودیانت کی پوری سلامتی کے ساتھ ہماری زندگی کا حق ادا کر سکے گا۔ تو ہم اس کے پاؤں میں کوئی زنجیر نہ ڈالیں گے۔ بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی راہ سے کانٹوں کو بھی دور کر دیں۔

اے محترم حضرات! یہ میرے دل کی دھڑکنوں کا اشارہ ہے۔ مبادا پچھلے جملوں نے غلط فہمی میں نہ مبتلا کر دیا ہو۔ اس لیے چند لفظوں میں اپنے نقطۂ فکر کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات عرض کرنا ہے کہ ایوان تک اپنی آواز پہنچانے کا میں یکسر مخالف نہیں۔ حالات نے اس قدر جھنجھوڑ دیا ہے کہ اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس خطرے کو کیا کہیں کہ اس راہ کا مسافر چراغ راہ کو شمع انجمن اور نشان منزل ہی کو منزل نہ سمجھ لے، حالات تو کچھ ایسے ہی ہیں کہ:

ع- ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد (الا ماشاءاللہ)

بس کہنا یہ ہے کہ اس عالم اسباب میں اگر اسباب ووسائل سے منہ موڑ کر ہم قومی خدمات انجام دیں گے مگر اس کا پس منظر الیکشن کی فیلڈ بنانا نہ ہوگا یہ اور بات ہے کہ ہمارے آزاد ارکین کسی کو بھی سپورٹ کر دیں۔ یا صوبائی علاقائی اور اضلاعی طور پر اپنی صوابدید کے تحت کسی ایسی جماعت کی تائید کریں جو ہمارے مطالبات پورا کرانے میں کوئی ایسی ضمانت دے جس پر ہمیں اطمینان کلی ہو۔

جمعیۃ العلماء ہند دلی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی:

میں آج کی صدارتی گفتگو میں اس بحث کو نہیں اٹھانا چاہتا کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی کے داخلہ پالیسی کس حد تک گھنونی اور گندی ہو چکی ہے جس کی یقین دہانی کے لیے میرٹھ کا وہ حالیہ

اجلاس کافی ہے۔ جس میں صدارتی انتخاب کے نتیجہ میں نہ صرف کرسیاں تک پھیکی گئیں بلکہ چھرا چاقو تک کی نوبت آگئی تھی وہ تو کہیے کسی نہ کسی طرح معاملہ رفع دفع کردیا ورنہ نہ جانے کتنی خطرناک نوبت آگئی ہوتی۔ چنانچہ نوبت بہ ایں جارسید کہ ایک جمعیۃ کے لیے دوصدر کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جمعیۃ العلماء کا یہ طرزِ عمل ملک کے مدبرین کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جمعیۃ جوخود اپنے کابینہ پر قابو یافتہ نہیں، اس پر کیوں کر بھروسہ کیا جائے کہ وہ نیک نیتی سے مسلمانوں کی بے لوث خدمات انجام دے سکے گی۔ اس نے صدارتی انتخاب میں اپنی دھینگا مشتی سے اس امر کا اعلان کردیا کہ جوخود گم کردہ منزل ہے، کسی مسافر کا اس کے نقش قدم پر چلنا مناسب نہیں، جمعیۃ العلماء ہند دلی خود اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود چکی ہے، اب تو وہ اک چلتا پھرتا جنازہ ہے جس کی سمیت اور تعفن سے سارا ملک مسموم ہوتا جارہا ہے۔ میں اس گفتگو کو طول نہیں دینا چاہتا کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی کیا ہے؟ اور مسلمانوں کے جذبات کا احترام کیے بغیر اس نے اپنے آرزوؤں کے محل اٹھانے میں اینٹ اور گارے کی جگہ مسلمانوں کا خون اور ہڈی کس بے دردی سے استعمال کیا ہے۔

البتہ مجھے اس وقت اپنی حکومت کو ایک نیک اور مخلصانہ مشورہ دینا ہے کہ وہ اپنی اس پالیسی پر نظر ثانی کرے کہ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان جمعیۃ العلماء کو رابطہ بنانے میں وہ کس حد تک کامیاب ہے اور کہاں تک ناکام ہے۔ یہ وقت کا ایک اہم اور بنیادی سوال ہے جس سے بھارت گورنمنٹ کبھی چشم پوشی نہیں کرسکتی۔

اس گفتگو کا اشارہ یہ نہیں ہے کہ حکومت کے چند گنے چنے افراد جمعیۃ العلماء پر اپنی نوازشات کا دروازہ بند کردیں۔ مگر یہ بھی کوئی دوست نوازی ہے کہ اپنی تجوریوں پر تو تالے لگا دیے جائیں اور آستانہ غریب نواز کی دلیا اور سید سالار مسعود غازی کے آستانہ کے چڑھاوے جمعیۃ العلماء کے لیے لقمہ تر بنادیا جائے۔ یہ اگر ایک طرح انصاف کا خون کرتا ہے تو خود جمعیۃ العلماء کے مسلک ومشرب کی بنا پر جو چیزیں ناجائز وحرام ہیں انہیں کو کھلا پلا کر جمعیۃ العلماء کو ارتکاب جرم کا ملزم بھی قرار دینا ہے۔

مقصد گفتگو یہ ہے کہ حکومت اور مسلمانوں کے درمیان جمعیۃ کا نام نہاد غلط رابطہ ہماری

گورنمنٹ کے لیے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس رابطہ کی عمر اور زیادہ طویل ہو جانے پر آنے والا الیکشن کانگریس گورنمنٹ پر بہت بھاری پڑ جائے اور حکومت مزید مشکلات میں مبتلا ہوجائے۔

نمائندہ جماعت:

آج ہم یہ اعلان کیے دیتے ہیں کہ ملک کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت جمعیۃ العلماء ہند دلی نہیں بلکہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ہے۔ خدا نہ کردہ اگر ہم اپنے اس دعوے میں حقیقت سے الگ تھلگ ہو کر محض تعلي یا فریب خوردگی کا کوئی اعلان کررہے ہیں تو آج کے بھرے پنڈال میں جہاں سنٹر اور صوبے کے ہوشمندسی آئی ڈی اور پریس واخبارات کے قابل قدر نمائندے اور ترجمان سبھی موجود ہیں، اپنی امن پسند گورنمنٹ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی سربراہی میں پرامن طور پر الیکشن کا انتظام کرکے وہ خود بھی دیکھ لے کہ مسلمانوں کی رائے عامہ کس کے ساتھ ہے۔

یاد رکھیے:

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء محض کہتے کہتے ١٩٤٧ء کی پیداوار ہے، بھارت کی حصول آزادی کے لیے سنی جمعیۃ کے اسلاف واکابر نے اپنے پیچھے ایسی درخشاں تاریخ چھوڑی ہے جس پر کوئی غبار نہیں ڈال سکتا۔

ہم اور ہمارا ملک آزاد:

اے محترم حضرات! اس کھلی ہوئی حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ آزادیِ وطن کے لیے ہم ملک کی دوسری قوموں کے نہ صرف دوش بدوش ہی رہے، بلکہ بسا اوقات ہمارے ہی مجاہدین امیر کارواں بن کر انگریزوں کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے سب سے پیش پیش نظر آئے۔ اگر آج کی تاریخ فروش دنیا بھول چکی ہے تو آپ آسمان کے ان ستاروں سے آزادی وطن کے سپہ سالار اعظم علامہ فضل حق خیرآبادی کا نام دریافت کریں جن ستاروں نے اس نام کو اپنے کلیجہ سے لگا رکھا ہے۔

انگریزوں کے خلاف جس نے سب سے پہلے فتویٰ جہاد دے کر آزادی وطن کے لیے جد

وجھد کی داغ بیل ڈالی ہے وہ ہمارے ہی سرخیل جماعت وامیر کارواں علامہ فضل حق خیرآبادی تھے پھرانہیں کے جواب پر''الجواب صحیح'' کرنے والوں میں مولانا عنایت احمد کاکوروی،اور مفتی صدرالدین دہلوی جیسے علامہ کے ہم عصر ہم زمانہ علما تھے۔اے دیش کے نیتاؤ!اگر جزیرہ انڈمان پہنچ کرآپ حضرات شہید وطن کی قبر پر عقیدت کا ہار نہ چڑھاؤ تو کم از کم خیرآباد کے اس اجڑے ہوئے محل کے کھنڈرات پر ہی چند آنسو بہائے ہوتے جہاں آزادی وطن کے مجاہد نے اپنی آنکھ کھولی تھی۔مگر یہ تو فرمایئے ملک دشمن انگریز نے شہید وطن کا آباد محل اجاڑ کر اس پر ہل تک تو چلوایا لیکن دستور زمانہ کی رعایت کے تحت محل کا صدر گیٹ بطور یادگار چھوڑ گیا جو آج بھی فضل امام کے شاہزادے فضل حق کی عظمت وشوکت کا خطبہ دے رہا ہے۔

آپ نے بھی کہیں بطور یادگار فضل حق کالج،فضل حق لائبریری،فضل حق ہاؤس،فضل حق یونیورسٹی کی سنگ بنیاد ڈالی؟کبھی آپ نے بھی 'فضل حق ڈے' مناکر ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی دلنوازی کی؟یاد رہے آج آپ کی دنیا اس سوال پر خاموش رہ سکتی ہے مگر تاریخ آپ سے انتقام لے کے رہے گی۔جس کے محاسبہ کی گرفت اتنی سخت جس میں راعی ورعایا یکساں نظر آتے ہیں۔

لیکن ہم ننگ اسلاف نہیں،یہ تو کسی اور ہی کو زیب دیتا ہے۔ہم علامہ فضل حق خیرآبادی سے لے کر مولانا نثار احمد کانپوری،مولانا فاخر الہ آبادی،مولانا عبدالماجد بدایونی کی تاریخ جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے آزادی وطن کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا تھا۔مگر ہم آپسی فرض شناسی اور اس کی انجام دی میں ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔

سرحدی جنگ:

کل جس وقت کوہ ہمالہ کے امن سے چینی درندوں نے ہمارے آزاد ملک کو آنکھ دکھائی تھی ،اسی آل انڈیا جمعیۃ العلماء نے آزادی وطن کے تحفظ کے لیے ایسی ہمہ گیر آواز اٹھائی تھی جس سے ملک کی سب سے بڑی اقلیت اس طرح حرکت میں آئی کہ بھارت کے وزیراعظم پنڈت جواہرلال نہرو نے شکریہ کا پیغام بھیجا۔انصاف کا خون نہ کیجیے اگر ہمارے دل میں کھوٹ ہوتا تو ہم بھی اس تماشہ گاہ عالم میں تماشہ بینوں کی صف میں نظر آتے مگر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء نے کوہ ہمالہ سے راس کماری تک ملک کی سلمیت وتحفظ کے لیے ایسا ٹھوس قدم اٹھایا کہ تقسیم ہند کے

بعد ایسی یکتا اس قسم کی ایک جہتی اور ایسی بیداری دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ چنانچہ ہماری آواز پورے ملک کی آواز بن گئی کہ اے چین کے وحشیو!واپس چلے جاؤ۔ہم اپنے آزاد وطن کی ایک انچ بھی زمین تمہیں نہ دے سکیں گے۔ہم ملک کے باشندوں کا یہی نعرہ ان کے حوصلہ کی پسپائی کا سبب ہوا اور چینی درندوں کو یقین ہوگیا کہ بھارتی سورماؤں کو آنکھ دکھانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔گزشتہ صفحات میں اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی میں اپنا ایک خاص مزاج رکھتی ہے۔

جس طرح ہم بھارت کی ایک انچ زمین پر غیروں کا جابرانہ تسلط نہیں برداشت کر سکتے ایسے ہی ہم اس کا بھی یقین رکھتے ہیں کہ درگاہ معلیٰ اجمیر مقدس اور دوسرے آستانہ جات کے اوقاف سنی جمعیۃ العلماء کی امانت ہیں۔لہٰذا ہم ان آستانہ جات میں بھی غیروں کی ٹھیکیداری کا اکڑپن نہیں برداشت کر سکتے۔

مرکزی حج کمیٹی وممبئی پورٹ حج کمیٹی:

دنیا میں جائز وناجائز ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔مگر مذکورہ حج کمیٹیاں عجیب وغریب کاروبار کرتی ہیں مشہور ہے کہ وہ حاجیوں اور زائرین کی تجارت کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تجارت ان کے لیے کافی منفعت بخش تجارت ہے مگر اپنا دینی فریضہ تصور کر کے اپنے طرز فکر اور عقائد میں تبلیغ بھی کرتی ہے اور حجاج وزائرین کو سہولیت پہنچانے کی بجائے راہ میں کانٹے بھی بچھاتی ہے۔اب ۱۹۶۱ء تک حج کمیٹی تقریباً چوبیس ہزار حجاج ہندوستان سے گئے اور عراق کا ویزا لے کر زائرین بغرض مشاہدہ مقدسہ بزرگان دین ہندوستان سے گئے اور فی کس بارہ سو روپے باجازت معلم حکومت ہند اپنے ساتھ لے گئے ۱۹۶۲ء سے حج کمیٹیوں کی عائد کردہ پابندیوں کی بنا پر صرف پندرہ ہزار حجاج فی کس ایک ہزار روپیہ لے کر شدید پابندیوں کے ساتھ حج کے لیے جا سکے زائرین کے ساتھ کمیٹی نے زیادتی کی کہ ایک مدت تک زیارت سے محروم رکھے گئے یہ تھی ان کی طرز فکر اور عقائد کی تبلیغ کیوں کہ اراکین حج کمیٹی زیارت کے عقیدتاً خلاف ہیں۔

(۱) زائرین کو اجازت بھی دی ہے تو صرف تقریباً سات سو افراد کے لیے وہ بھی فی کس سات سو روپیہ کے ساتھ۔

یہ ظاہر ہے کہ اتنے طویل سفر کے لیے سات سو روپیہ بالکل ناکافی ہیں۔

اس لیے مذکورہ حج کمیٹیوں پر ہم کو بالکل اعتماد نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا مرکزی پورٹ حج کمیٹی اور مہاراشٹر اسٹیٹ گورنمنٹ ان کمیٹیوں کو تبدیل کردے اور صحیح نمائندے نامزد کرے اور وہ نمائندے ایسے ہونے چاہئیں جو فریضہ حج اور بزرگان دین کی زیارت گاہوں پر جانے والوں کی خدمت کو خدمت دین تصور کریں۔

(۲) جمعیۃ العلماء ہند پر ہم اب عدم اعتماد کا اعلان کرتے ہوئے یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ جمعیۃ العلماء ہند دلی، دیوبندی مکتب فکر کے چند گنے چنے افراد کی ترجمان ہے، ملک کے پچانوے فیصدی مسلمانوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ہے۔لہٰذا حکومت جمعیۃ العلماء کے ساتھ کوئی ایسی مراعات نہ دے جو ۹۵ فیصدی مسلمانوں کی حق تلفی اور دل آزادی کا سبب قرار پائے۔

(۳) ہم حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ صوبائی اور علاقائی طور پر فیصدی کے حساب سے مسلمانوں کو جتنی جگہیں ملنی چاہئیں مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی نہ برتی جائے۔

(۴) ان مساجد کی بازیابی کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ جو ابھی تک غیروں کے قبضے میں ہیں حکمت کو چاہیے کہ وہ جلد سے جلد ان مساجد پر مسلمانوں کا قبضہ دے کر جمہوریت کا ثبوت دے۔

ہمارا پیغام:

اے محترم حضرات! مجھے یہ احساس دکھ پہنچا رہا ہے کہ میں نے آپ حضرات کی ضرورت کا کافی وقت لے لیا ہے۔آپ سے رخصت ہوتے ہوئے یہ گزارش ہے کہ ہم لوگ زندگی کے ایک نئے موڑ پر آچکے ہیں، مسجد، مدرسہ وخانقاہ سے باہر بھی زندگی کے کچھ اہم تقاضے ہیں جس سے چشم پوشی اپنی جماعتی زندگی کو موت کی نیند سلا دینے کے مترادف ہے۔ آج اسلامی لیبل لگا کر مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جماعتیں ہمارے حقوق کی پائمالی میں سرگرم عمل ہیں۔ضرورت داعی ہے کہ ہم سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہوکر ہر باطل پرست کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ آپ سب ہی حضرات مل جل کر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا ہاتھ مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ ہمارے سہ روزہ اجلاس نے یہ واضح کردیا کہ سنی نام کی طبقاتی تقسیم تو قبول کرسکتا

ہے مگر سب کا مقصد کار ایک ہی ہے ہم اپنی خانقاہ و مدرسہ میں برکاتی رضوی اشرفی نعیمی حشمتی کی نسبت کو باعث فخر وسعادت سمجھتے ہیں۔مگر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے پلیٹ فارم پر ہم سنی اور صرف سنی ہوکر ایکتا اور یک جہتی کے مظاہرے پر فخر محسوس کرتے ہیں گویا ہم ایک ہی بڑے دریا کی چند نہریں ہیں اور پھر ادھر ادھر گھوم پھر کے اسی دریا سے گلے مل لیتے ہیں۔

اے محترم حضرات! اب وقت سونے کا نہیں رہا، زمانہ اپنی برق رفتاری سے گزرتا جارہا ہے اور ملک کی شاطر جماعتیں اپنی نت نئی شاطرانہ حرکتوں سے ہمارے جماعتی نظام کو منتشر کردینا چاہتی ہیں۔ اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی پائمالی نہ ہونے پائے تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہر جگہ سنی جمعیۃ العلماء کی شاخوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ ممبر سازی کرکے یہ واضح کردیا جائے کہ ملک کی رائے عامہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے ساتھ ہے۔ہمیں آپ جیسی ذمہ دارانہ شخصیتوں پر بھروسہ لے کر آپ حضرات یہاں سے خالی ہاتھ خالی الذہن نہ تشریف لے جائیں گے بلکہ آپ کے ہاتھ میں سنی جمعیۃ العلماء کا دستور ہوگا اور ذہن میں جماعتی تعمیر کا صحیح خاکہ۔

بس یہی میری آرزو ہے کہ جو لگن مرے دل میں ہے وہ آپ سب کے دل تک پہنچ جائے اور پھر خدا نے چاہا تو وہ دن دور نہیں کہ حکومت کی نظر سے جمعیۃ العلماء ہند کی فریب کاری کا پردہ ہٹ جائے گا اور سنی جمعیۃ العلماء اپنے ان سارے حقوق کو حاصل کرلے گی، جس کے لیے وہ میدان عمل میں اتر چکی ہے۔

ہدیۂ امتنان وتشکر:

اے محترم حضرات! دل تو یہی چاہتا ہے کہ ممبر پر تشریف فرما باوقار چہروں کا الگ الگ نام لے کر شکریہ ادا کیا جائے مگر وقت کی تنگی اور کام کی ہماہمی جذبات کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہے اس لیے ہم تمامی حضرات کی خدمت میں ہدیۂ امتنان وتشکر پیش کرتے ہیں کہ آپ حضرات نے ہماری آواز پر لبیک فرمایا اور ہم آئندہ کے لیے بھی آپ حضرات سے بھی یہی امید رکھتے ہیں۔

اب دل کا دوسرا تقاضا ہے کہ کانپور کے ان جواں مرد اور حوصلہ مند مسلمانوں میں سے

ایک ایک کا نام لیا جائے جنہوں نے دن رات ایک کر کے ہمیں قوم کی زندگی سنوارنے کا زریں موقع دیا ہے۔ مگر یہ خیال دامن گیر ہے کہ اس طویل فہرست پر جتنی وسیع نگاہ محبوب ملت مولانا الحاج محمد محبوب صاحب اشرفی صدر سنی جمعیۃ العلماء کانپور کی ہے اس قدر میری نہیں ہے۔ لہٰذا میں مولانا محمد محبوب کا شکریہ ادا کر کے یہ فہرست انہیں کے سپرد کیے دیتا ہوں کہ وہ اپنی صوابدید کے تحت حسب ترتی اپنے زیر سایہ کام کرنے ولوں کا شکریہ ادا کر کے میرا اور اپنا مشترکہ کام انجام دے دیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج کا یہ عظیم الشان پنڈال جس کے زیر سایہ ملک کے بالغ نظر اور صاحب الرائے قوم کی تقدیر کا لائحہ عمل مرتب کر رہے ہیں، یہ مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی کی بے پناہ انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے، جس کو سنی جمعیۃ العلماء کی تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔

اور ساتھ ہی مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں کہ ان کے نیک اور مفید مشوروں کے سہارے یہ کاروان عمل آگے بڑھ سکا ہے۔

اب آپ سے رخصت ہوتے ہوئے میری دلی آرزو ہے کہ ہم سب مل جل کر مقتدائے اہل سنت یادگار سیدنا اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم کے لیے دعا کریں کہ رب کریم ان کو صحت وسلامتی سے رکھے اور حضرت کی عمر میں برکت عطا فرما کر ان کے سایہ کو ہم پر دراز سے دراز تر فرمائے۔ آمین. بجاہ النبی الامین المکین علیه وعلیٰ آله واصحابه افضل الصلاة والتسلیم.

فقیر آل مصطفیٰ برکاتی قادری

۱۴؍ جمادی الاٰخرہ ۱۳۸۳ھ

●●

منتخب کلام سیدالعلماء

نعت مبارکہ

جھکا کے سر کو پہلے بارگاہ رب اکبر میں
تمنا ہے گزاروں عمر ساری حمد داور میں
خیال یار نے بستر لگایا قلب مضطر میں
یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں
ضیاء الشمس کی تاباں درخشاں روئے انور میں
مہک واللیل کی عنبر فشاں زلف معنبر میں
جمال مصطفیٰ جلوہ کناں ہے قلب مضطر میں
نبی خانہ بنایا ہم نے اب اللہ کے گھر میں
سنور جائیں ترے گیسو نکھر جائے مری قسمت
کہ قدرت شانہ کرتی ہے تری زلف معنبر میں
رخ زیبا کا پرتو پڑ گیا تھا، ہو گئے روشن
وگر نہ روشنی کب تھی مہ و مہر منور میں
لطافت تیری شبنم میں نزاکت تیری پھولوں میں
ضیا تیری قمر میں شمس میں انجم میں، اختر میں
حسین ابن علی نے کر دیا اسلام کو زندہ
رسول اللہ کا جلوہ نہاں تھا ابن حیدر میں
اطبا اٹھ گئے بالیں سے میری کہہ کے یہ سید
خدا جانے یہ کیا سودا سمایا ہے ترے سر میں

●●

کوئی دوسرا نہیں

تم سا کوئی جہاں میں حبیب خدا نہیں
بے مثل جیسے تم ہو کوئی دوسرا نہیں

نیکوں کو نیکیوں پہ بھروسا ہے حشر میں
مجھ سے فقیر کو تو کوئی آسرا نہیں

تیرے مقام قرب کو کیا کوئی پا سکے
روح امیں بھی سدرہ سے آگے رسا نہیں

مجھ سا گناہ گار جہاں میں نہیں اگر
ان سا شفیع بھی تو کوئی دوسرا نہیں

تعظیم مصطفیٰ میں ہو انکار کی مجال
واللہ ! اس سے بڑھ کے تو کوئی خطا نہیں

شیطاں سے کم کہے جو نبی کے علوم کو
ایماں سے اس خبیث کو کچھ واسطا نہیں

مرتد نے دی مثال بہائم کے علم سے
علم رسول کی اسے وقعت ذرا نہیں

فاتح وہی ہیں باب شفاعت کے روز حشر
رتبہ یہ ان سے پہلے کسی کو ملا نہیں

عقل بشر مقام ''تدلی'' میں کیا چلے
روح امیں کا پر بھی تو واں تک چلا نہیں

یہ مصطفیٰ ہیں جو گئے ادراک کے پرے
شوق کلیم طور سے آگے بڑھا نہیں

محبوب خاص ہیں وہی رب جلیل کے
ان کا شریک اس میں کوئی دوسرا نہیں

مل جائے چاشنی جسے عشق رسول کی
قند و نبات میں اسے کوئی مزا نہیں

سیدؔ جو ان کی یاد تمھاری غذائے روح
پھر دیکھنا کہ ان سے تمھیں کیا ملا نہیں

●●

تن بے روح را تاب وتوانے کردہ ام پیدا
بہ ذکر نام احمد پاک جانے کردہ ام پیدا
کفن ہائے عنادل را بہ نوک خار می دوزم
شہیدان گلستاں را نشانے کردہ ام پیدا
زباں را بند کردہ حال دل گویم بجاناں را
سکوت بے زبانی را زبانے کردہ ام پیدا
نثار سنگ در کردم سجود عاشقی سیدؔ
متاع سر فروشی را دکانے کردہ ام پیدا

●●

نعرا یارسول اللہ

خدا نے خود تمھیں ایسا سنوارا یا رسول اللہ !
نہیں ممکن کہ ہو ثانی تمھارا یا رسول اللہ !
کرم تیرا جسے چاہے وہ ہو جنت مکاں آقا!
کہ ہے فردوس پر تیرا اجارہ یا رسول اللہ !
جنابِ شیخ نازاں ہیں بہت کچھ زہد وتقویٰ پر
ہمیں تو ہے فقط تیرا سہارا یا رسول اللہ !
سفینہ تیری امت کا بھنور میں پھنس گیا آقا !
خدارا اب ملے اس کو کنارا یا رسول اللہ !
غلامانِ درِ اقدس تمنا لے کے آئے ہیں
کہ چمکے سینوں کا پھر ستارا یا رسول اللہ !
ابھی بگڑے ہوئے سارے ہمارے کام بن جائیں
تری رحمت اگر کردے اشارہ یا رسول اللہ !
نہ کیوں اعلیٰ ہو وہ پرچم، نہ کیوں اونچا ہو وہ پرچم
کہ زینت جس کی ہو گنبد تمھارا یا رسول اللہ !
یہ سرخ وسبز رنگت مشہدِ سبطین نے دی ہے
علم حسنین کا پرچم ہمارا یا رسول اللہ !
جلالِ قبہ خضرا کے آگے خم ہوا پہلے
اٹھا کے سر کو پھر پرچم پکارا یا رسول اللہ !
کسی کی جے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سیّد اپنا نعرا یا رسول اللہ !

●●

بوئے شفا

زمین حرم سے ندا آ رہی ہے
پیام ان کا لے کے صبا آ رہی ہے

حرم کے مسافر قدم کو بڑھائے
حرم آ رہا ہے صفا آ رہی ہے

ادھر نور کعبہ سے دل ہے منور
ادھر مصطفیٰ کی ضیا آ رہی ہے

گلستان ایماں کے غنچے کھلیں گے
مدینے سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے

ہے خاک مدینہ دوا ہر مرض کی
مجھے اس میں بوئے شفا آ رہی ہے

تڑپتا ہے کیوں درد فرقت میں سیّد
مدینے سے تیری دوا آ رہی ہے

●●

مدینہ سے روانگی

حرم سے حرم کو قدم جا رہے ہیں
مدینہ سے مکہ کو ہم جا رہے ہیں

اگر گھر کو جاتے تو کیا حال ہوتا
غنیمت ہے سوئے حرم جا رہے ہیں

زمین مدینہ ہمیں یاد رکھنا
مجھے دے کے ان کی قسم جا رہے ہیں

مسرت بداماں وہ آنا ہمارا
مگر اب یہ چشمان نم جا رہے ہیں

نہ کر پائے جی بھر کے دیدار سیّد
یہی لے کے سینے میں غم جا رہے ہیں

●●

دلی فریاد

چوکھٹ پہ ان کی جاکر قدموں پہ گڑگڑا کر
کہنا مؤدبانہ ، میرا سلام کہنا
حاصل ہو جب اجازت، ہو ان کی جب عنایت
جو کچھ بھی ان سے کہنا با احترام کہنا
کہنا یہ کہہ رہا تھا اک بے کسی کا مارا
ہے تنگ جس پہ شاہا عمر تمام کہنا
گھٹ گھٹ کے مر چکا ہے مر مر کے جی رہا ہے
سید میاں تمھارا ادنیٰ غلام کہنا
ہستی پہ اس کی آقا ہنستی ہے ساری دنیا
اب ہو رہا ہے گویا قصہ تمام کہنا
اے شمع بزم عرفاں! کب تک یہ یاس وحرماں
دل کی ہر اک تمنا ہے تشنہ کام کہنا
اعدائے دیں کے نرغے دنیائے دوں کے جھگڑے
سلجھائے کیوں کر آقا تیرا غلام کہنا
دنیا کے مخمصوں سے آقا اسے چھڑا کے
خادم بنادو دیں کا سچا غلام کہنا
سیّد نے دین و دنیا سونپے ہیں تم کو آقا!
بس مختصر یہ قصہ بعد سلام کہنا

●●

منقبتِ امامِ حسین

تمھارے سجدے کو کعبہ سلام کہتا ہے
جلالِ قبۂ خضریٰ سلام کہتا ہے
چمن کا ہر گل و غنچہ سلام کہتا ہے
حسین تم کو زمانہ سلام کہتا ہے

چراغ مسجد و منبر سلام کہتے ہیں
نبی ، رسول و پیمبر سلام کہتے ہیں
علی و فاطمہ ، شبر سلام کہتے ہیں
خدا گواہ کہ نانا سلام کہتا ہے

خدا کی راہ میں سر کو کٹا دیا تم نے
نبی کے دین پہ گھر کو لٹا دیا تم نے
نشان کفر کو یکسر مٹا دیا تم نے
تمہیں خدا بھی تمھارا سلام کہتا ہے

تمہیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں
تمہیں قرآن کے پارے سلام کہتے ہیں
تمہیں حرم کے منارے سلام کہتے ہیں
امام تم کو مدینہ سلام کہتا ہے

ثنا تمہای وظیفہ ہے میرا آبائی
تمہاری مدحت شیوا ہے میرا مولائی
بس اک نظر ہوجو مجھ پر تو میری بن آئی
تمہارا سیّد شیدا سلام کہتا ہے

●●

منقبتِ غریب نواز

ترے پائے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ!
تو زمیں والوں پہ اللہ کا سایہ خواجہ!

میری کشتی ابھی ساحل سے لگی جاتی ہے
اک ذرا تو نے اگر ہاتھ لگایا خواجہ!

ہے قلم رو میں ترے ہند کی پوری اقلیم
ہند کے ساری ولی تیری رعایا خواجہ!

لے چلیں گے جو فرشتے مجھے دوزخ کی طرف
میں پکاروں گا ذرا ٹھہرو وہ آیا خواجہ!

جوش مستی میں کئی آئے ہیں ایسے لمحے
میں بہک جاتا مگر تم نے بچایا خواجہ!

بیخودی میں میں خودی ہی کو خدا کہہ دیتا
شکر ہے تم نے مگر یاد دلایا خواجہ!

مکرِ شیطاں سے مریدوں کو بچا لیتے ہو
اس لیے پیر تمہیں اپنا بنایا خواجہ!

بربطِ عشق پہ توحید کا نغمہ بولے
صدقے جاؤں میں ترے خوب سنایا خواجہ!

●●

نوری میاں کی شان میں

ترقی پر تھا اس درجہ کمال احمد نوری
نہیں ملتی زمانے میں مثال احمد نوری

رخ پرنور میں ستھرے میاں کا سا نقشہ تھا
جمال آل احمد تھا جمال احمد نوری

ملے گر سر پہ رکھنے کو تو شاہوں سے میں بڑھ جاؤں
ہے بڑھ کر تاج شاہی سے نعال احمد نوری

بڑی سرکار تھی ان کی غنی سرکار تھی ان کی
عجب بے مثل تھا جود ونوال احمد نوری

اثر تھا حضرت مہدی پہ یہ نوری دعاؤں کا
کہ چمکا بدر بن کر وہ ہلال احمد نوری

مقدر پر تمھیں اپنے نہ کیوں ہو نازاے سیدؔ
خدا کے فضل سے تم بھی ہو آل احمد نوری

●●

نوری میاں کی شان میں

فلک پہ نکہت برس رہی ہے زمین نغمے سنا رہی ہے
وہ دیکھو مشرق میں صبح پھوٹی سواری نوری کی آرہی ہے

جمال نوری جمال احمد ، جمال احمد جمال رب ہے
جمال رب سے یہ نوری نسبت ہمیں بھی نوری بنا رہی ہے

ادب سے اٹھ کر سلام کرنا، جھکا کے سر کو سلام کرنا
کہ شان قدرت بشکل دیگر لباس نوری میں آرہی ہے

شراب وحدت بہ جام کثرت، نشان مستی بہ چشم ساقی
تو جام ومینا کی کیا ضرورت ،نگاہ نوری پلا رہی ہے

عبائے نوری قبائے نوری ردائے نوری کلاہ نوری
وہ جان نوری بہ جسم نوری جہان نوری بنا رہی ہے

یہ نوری مجمع یہ نوری جمگھٹ یہ نوری حلقہ یہ نوری جلسہ
جناب نوری کی نوری ہستی فضائے نوری پہ چھا رہی ہے

یہ آل نوری یہ عرس نوری یہ نوری جلسے رہیں ہمیشہ
فلک سے سیدؔ تری دعا پہ صدائے آمین آرہی ہے

●●

شاہ جی میاں کی شان میں

کانوں میں آرہے ہیں اذکار شاہ قاسم
دل میں سما رہے ہیں انوار شاہ قاسم

دریا دلی سے ساقی سب کو پلا رہے ہیں
پی پی کے جھومتے ہیں مے خوار شاہ قاسم

حسرت ہمارے دل کی، ارماں ہمارے دل کا
دیدار شاہ قاسم ، دیدار شاہ قاسم

بغداد کا نمونہ مارہرہ بن گیا ہے
اجمیر کی فضا ہے دربار شاہ قاسم

اے جذبۂ محبت تیری ادا کے صدقے
ہر شے میں جلوہ گر رخسار شاہ قاسم

کیسی ہی گردشیں ہوں اس آسماں کی لیکن
شاداب ہی رہے گا گلزار شاہ قاسم

گل چاک پیرہن ہیں ان کی مفارقت میں
نرگس کو دیکھتا ہوں بیمار شاہ قاسم

آنکھوں میں یا الٰہی مازاغ کا ہو سرمہ
جس وقت ہو میسر دیدار شاہ قاسم

اے کاش ! ہو ہمیشہ پیش نظر ہمارے
رفتار شاہ قاسم ، گفتار شاہ قاسم

ہم بھی ہوں راہ پیما نقش قدم پہ ان کے
اطوار ہوں ہمارے اطوار شاہ قاسم

مجھ کو بھی کوئی ساغر، او جام دینے والے!
میں بھی ہوں ایک رند مے خوار شاہ قاسم

سایہ رہے سروں پہ قاسم کے جانشیں کا
کھلتے رہیں دلوں پر اسرار شاہ قاسم

بڑھنے لگی جو وقعت نظروں میں کل جہاں کی
جلنے لگے حسد سے اغیار شاہ قاسم

حشمت علی سے قائم عزت ہے سنیوں کی
رکھتے ہیں وہ بھی لب پہ اقرار شاہ قاسم

ایوب قادری پر مرشد کی تھی عنایت
ظاہر ہیں ان پہ اب بھی انوار شاہ قاسم

سیدؔ بھی اک گدا ہے قاسم تمھارے در کا
اس کو بھی کچھ عطا ہوسرکار شاہ قاسم

●●

امام احمد رضا کی شان میں

سنیوں کا پیشوا ، احمد رضا خاں قادری
مومنوں کا مقتدا ، احمد رضا خاں قادری

ہیں محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمیں
اور حبیب مصطفیٰ ، احمد رضا خاں قادری

لے کے سایہ تو نے سر پہ محی دین پاک کا
دین حق زندہ کیا ، احمد رضا خاں قادری

اس صدی میں دین احمد کا مجدد تو ہوا
یہ شرف تجھ کو ملا ، احمد رضا خاں قادری

ہیں اکابر کے جو خاتم حضرت آل رسول
ان سے تو بیعت ہوا ، احمد رضا خاں قادری

ہو کے بیعت پھر خلافت کا شرف حاصل کیا
پیر کا ثانی بنا ، احمد رضا خاں قادری

خاندان برکت اللٰہی کا تو چشم و چراغ
ہوگیا ہاں ہوگیا احمد رضا خاں قادری

علم تیرا در حقیقت بحر نا پیدا کنار
ہے عطائے مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری

ندویت کے قلعے بھی تو نے گرائے سب کے سب
سر ترے سہرا رہا ، احمد رضا خاں قادری

سنیت پر دیو کے بندوں کے نرغے جب ہوئے
لے کے تو نیزہ چلا ، احمد رضا خاں قادری

ذوالفقار حیدری کا جانشیں تیرا قلم
مظہر مشکل کشا ، احمد رضا خاں قادری

شعر گوئی مقصد سیّد نہیں اس نظم میں
بس وہ مادح ہے ترا ، احمد رضا خاں قادری

●●

وصیت نامہ برائے فرزندِ وحید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

امــا بـعـد! چوں کہ فقیر حقیر ابوالحسنین سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی **غفر لہ المولیٰ القوی** بفضلہٖ تعالیٰ زیارت حرمین طیبین کا قصد رکھتا ہے اور موت و زیست پر کسی کا قابو نہیں ہے، لہٰذا مناسب سمجھا کہ برخوردار نور چشم لخت جگر نور نظر سید آل رسول محمد حیدر حسنین میاں المعروف بہ لقب تاریخی ''سید فضل اللہ قادری'' کے لیے تجدید رسم بیعت و تکمیل کارِ خلافت حسب قاعدہ مستمرہ خاندانی کر دی جائے۔ لہٰذا میں نے آں فرزند عزیز از جان کو دوبارہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اپنی بیعت کے لیے قبول کیا، مع ہٰذا آں سلمہ کو تمام سلاسل خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قدیمہ وجدیدہ بطرق عدیدہ نیز جملہ اذکار و اوراد و اشغال و مراقبات و مسلسلات و مصافحات و اسانید قرأت قرآن عظیم و روایت حدیث حمید و ادعیۂ معمولۂ خاندانی کہ کتب معتبرہ مصنفات حضرات اکابر کرام خانوادۂ برکاتیہ و بلگرام قدست اسرارہم خصوصاً **کاشف الاستار** شریف و کتاب **مستطاب النور والبہاء** وغیرہما میں مذکور و مکتوب ہیں اور جن کی اجازت فقیر کو اپنے مرشدان بیعت و اجازت سے ہے، کی اجازت و خلافت مطلقہ دی۔ میری وصیت آں سلمہ کو یہ ہے کہ دین اسلام قدیم و مذہب اہل سنت قویم و طریقۂ انیقہ اسلاف کرام و مرشدان عظام پر ایسے مستقیم رہیں کہ دیکھنے والے متعصب ہو جائیں، کہ تصلب فی الدین محمود ہے، نیز حمایت دین مبین و تائید شرع متین میں سعیِ بلیغ انجام دیں اور جملہ بد دینوں، بے دینوں، کفار و مرتدین و مبتدعین و منافقین کو اپنا دشمن سمجھ کر ان سے اپنے کو دور رکھیں اور ان کو

اپنے سے دور رکھیں، خصوصاً وہابیہ، دیو بندیہ کہ وہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں کھلے ہوئے کافروں سے بدتر ہیں، بالکل دور و نفور رہیں، اپنی صورت و سیرت و اقوال و احوال کو طریقہ مرضیہ شریعت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں ہی ڈھالیں۔ بقدر ضرارت علم دین ضرور ضرور ضرور حاصل کریں اور طاعت خالق و ہدایت و خدمت مخلوق کو حاصل زندگانی سمجھیں۔ میرے چہلم کے دن حسب رسم مستمرہ خاندانی اپنے عم محترم حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قادری برکاتی نوری ابوالقاسمی سجادہ نشین و صدر مہتمم درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی زیر سرپرستی رسم سجادگی پوری کریں۔ پہلے سجادۂ نوریہ کے ملبوسات میں سے صرف صرف صندلی خرقہ اور سجادۂ امیریہ میں سے سفید گاڑھے کا خرقہ اور تاج خرقہ پوشی، نیز ملبوسات مشترکہ محفوظ در مسجد برکاتی میں سے لوازم سجادگی لے کر اپنے عم محترم کے ہاتھوں پہن کر حویلی سجادگی میں کچھ دیر اور کچھ دیر حویلی سجادگی امیری میں سجادے پر بیٹھ کر درود شریف کی تلاوت کر کے تقریب کو ختم کریں۔ اپنے عم محترم مدظلہم کی اطاعت و فرماں برداری کو میری اطاعت و فرماں برداری تصور کریں۔ فقیر یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ میں نے آں سلمہ کو اپنے بعد درگاہ برکاتیہ و درگاہ بڑا پیر و درگاہ حضرت شاہ جلال و درگاہ حضرت شاہ ولایت و مشترکہ خانقاہ برکاتیہ و مسجد جامع برکاتی سرکار کلاں و تبرکات کی تولیت و سجادگی میں اپنا جانشین مقرر و منتخب کیا۔ **والحمد للہ رب العٰلمین و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین.**

فقیر ابوالحسنین آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی
(متولی و سجادہ نشین درگاہ و خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ۔
چہارم شوال المکرّم ۱۳۷۷ھ-۲۴/اپریل ۱۹۵۸ء پنج شنبہ)

(ماہ نامہ اشرفیہ، مبارکپور، سیدین نمبر، اگست ۲۰۰۲ء، ص: ۵۱۵، ۵۱۶)

●●

نمونۂ خطاب:

[''خطبات سیدالعلماء'' کے نام سے راقم نے آپ کے تیرہ اہم خطبات کا مجموعہ ترتیب دیا تھا، جو بزم برکات آل مصطفیٰ ممبئی کے زیر اہتمام 352 صفحات میں جنوری 2013 میں شائع ہوا، یہ خطاب اسی کتاب سے ماخوذ ہے اور بطور نمونہ یہاں شامل کیا جارہا ہے- احسنؔ-]

محبت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لاشریک له ونشهد ان سيدنا محمداً عبده ورسوله بالهدىٰ ودين الحق ارسله وصلى الله تعالیٰ علیه وسلم وبارک عليه وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین. اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (سورۂ آل عمران، آیت ۳۱)

صدق الله العلى العظيم

یا رب تو کریم ، رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم
ما عاشقانِ روئے جمالِ محمدی
ما امتے محمد و آل محمدی
ما را کہ تست نعت غلامی مصطفیٰ
ما کمترین و غلام بلال محمدی

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلہ دیں مددے ، کعبۂ ایماں مددے
انتظار کرم تست من عینی را
اے خدا جو و خدا بین و خدا داں مددے
بہ گرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

بہ آواز بلند بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں درود شریف پیش کیجیے:

اللهم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد وبارک وسلم.

بیان، تقریر، وعظ، تحریر یا اسپیچ، سیاسی ہوں یا مذہبی ہوں یا خانگی اور پرائیویٹ ہوں، بہر حال جب گفتگو کی جاتی ہے تو اس کا ایک ٹاپک ہوتا ہے، ایک موضوع ہوتا ہے، ایک عنوان ہوتا ہے۔ یعنی ہمیں گفتگو کا ہے پہ کرنی ہے، مثلاً دو خاندانوں میں شادی ہونے والی ہے، دونوں طرف کے لوگ آئے ہوئے ہیں، اب ان میں جو گفتگو ہوگی اس کا موضوع ہوگا شادی، جہیز کیا ہوگا، بارات کیسے آئے گی وغیرہ وغیرہ، دو تاجر جب آپس میں بات کرتے ہیں تو ان کا موضوعِ گفتگو ہوتا ہے بیوپار اور تجارت، دو سیاسی لیڈر جب گفتگو کرتے ہیں تو لے دے کے اپنے موضوع پر آجاتے ہیں اور وہ ہے ووٹ بینک۔ تو گفتگو کوئی بھی ہو اس کا ایک ٹاپک ہوتا ہے اور یہ موضوع ایسے سمجھئے جیسے دائرے کا مرکز ہوتا ہے، سرکل کا جیسے فوکس ہوتا ہے، بیچ کا حصہ کہ پورا سرکل اسی بیچ کے نقطے کے گرد گھومتا ہے۔ ایسے ہی پوری گفتگو کسی عنوان کے گرد گھومتی ہے۔ ہمیں جس پر گفتگو کرنا ہے گھوم پھر کے ہم اسی پہ آکے رک جاتے ہیں۔

یہ گیارہویں شریف کی مجلس ہے۔ ابھی نماز عشا اور وتر پڑھ کر جب میں نے دعا مانگی تو سوچ رہا تھا کہ آج کے بیان کا موضوع کیا ہونا چاہیے، یکا یک ذہن میں یہ بات آئی کہ ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ہے ''محبت''- بڑا پیارا موضوع ہے محبت، پریم، یہ اتنا پیارا موضوع ہے کہ اگر آپ غور کریں تو یہ پوری کائنات ہستی ایک لفظ ''محبت'' میں سمٹی ہوئی ہے، اگر خدا کو محبت نہ آئی ہوتی تو یہ کائنات نہ بناتا، اس نے بڑے پریم سے یہ کائنات بنائی، کیوں بھئی! اس نے کیا

غصے سے یہ کائنات بنائی ہے؟ نہیں نا۔ کیا اس نے جلال میں بنائی ہے؟ یہ اتنی بڑی کہ عالم یہ ہے کہ ہم تو اتنی سی زمین پر رہتے ہیں اور ہم نے اپنی زمین کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے۔ زمیں بہت بڑی نہیں ہے، اللہ کی کائنات میں اسے ایسا سمجھ لو جیسے افریقہ کے ریگستان میں ریتے کا چھوٹا سا ذرہ، اتنی بڑی ہے بس ہماری زمین، ورنہ اللہ کی کائنات کا اگر تم مطالعہ کرو اور اسے سمجھو بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آدمی سب چیزوں کو چھوڑ دے اگر خود اپنا مطالعہ کرے، اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیا ہوں؟ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ اگر آدمی صرف صبح کا جو نور ہوتا ہے، صبح جو کرن نکلتی ہے، اس پر غور کرے تو مولیٰ تبارک وتعالیٰ کے شکر اور اس کی مہربانی میں ڈوب جائے، میں روز مرہ کی باتوں میں ایک بات آپ سے کہہ رہا ہوں، ابھی پچھلے زمانے میں نادانوں کی نادانی سے آپس میں ایک جھڑپ ہوئی، ہماری گفتگو اس پر ہو چکی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عین اسی کے لگ بھگ مجھے وطن جانا تھا اور میں نے فرسٹ کلاس ریزرو کرایا، اتنی عمر میں میں نے ایسا سفر کبھی نہیں کیا تھا، جیسے یہاں سے بیٹھے اناؤنسر نے پکارا کہ رتلام جب آجائے تو آپ ساری کھڑکیاں بند کر دیں، مکمل طور پر اپنے ڈبے کو کالا کر لیں تو لوہے کی جو کھڑکیاں گاڑی میں ہوتی ہیں وہ ڈال دیں۔ اور رتلام سے جب آگے بڑھے تو اس کے بعد ڈبے کا ماحول ایسا ہو گیا مانو آسمان سے کاجل برس رہا ہو، ایسا اندھیرا ہو گیا، ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھائی دے رہا تھا اور میں اندھیرے سے بہت گھبراتا ہوں، اندھیرا جب ہو جاتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا دل سینے سے باہر نکل جائے گا، مگر اب کیا کیا جائے؟ جاڑوں کے دن تھے، میں اپنی برتھ پر آیا اور ایک ہی علاج مجھے سوجھا کہ میں نے اپنا کمبل لپیٹا اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا اور ایک ہی لفظ ورد زبان تھا: **حسبنا اللہ ونعم الوکیل**، اللہ ہمیں کافی ہے اور اسی پہ ہمارا بھروسا ہے۔ اس لیے اب اس کے سوا اور چارہ بھی کیا تھا، کس سے فریاد کرتے صاحب؟ مگر آدمی کب تک آنکھیں بند کر کے بیٹھے گا، ذرا ذرا دیر کے بعد تھوڑا کمبل آنکھوں سے ہٹاتا، پھر دیکھتا تو وہی گھپ اندھیرا ہی رہتا۔ ایک دفعہ جب میں نے اپنی آنکھ کھولی تو وہ جو لوہے کی کھڑکیاں بند تھیں تو اس کے سوراخ سے ننھی ننھی صبح کی کرن پھوٹ رہی تھی، ان سے صبح کا نور چھن رہا تھا۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ دولتِ دنیا اگر کوئی مجھے دیتا تو میں اس نور کی کرن کو دیکھنے کے

لیے میں اس کے بدلے تیار ہو جاتا، اس نور کی کرن میں ایسا معلوم ہوا جیسے میرے دل کو دھکا لگا اور ساری گھبراہٹ دور ہو گئی حالاں کہ نہ کوئی آیا نہ کوئی گیا، ایک ہم تھے، ایک ہمارا اس کیبن کا ساتھی تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے روشنی میں اتنا کمال پیدا کیا ہے۔

اور آپ یہ ملاحظہ فرمائیے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے جو چیزیں کائنات عالم میں پیدا کی ہیں ان کو تم نہیں جانتے، ان کی حقیقی مصلحت تو تم جان ہی نہیں سکتے، اللہ نے کس کو کیوں پیدا کیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے ہوئے تھے تو ایک چھپکلی نے آپ پر پیشاب کر دیا، آپ جلالی رسول ہیں تو دیکھا اور دیکھنے کے بعد اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کیا: الٰہ العالمین! اس جانور کو تو نے کیوں پیدا کیا؟ اس کا کیا کام تھا؟ صورت سے دیکھتے گھن آئے، ارشاد فرمایا: موسیٰ! تم تو آج ہم سے پوچھ رہے ہو کہ ہم نے اسے کیوں پیدا کیا ہے، یہ نالائق روز پوچھتی ہے کہ تو نے موسیٰ کو کیوں پیدا کیا ہے؟ اور ارشاد فرمایا: موسیٰ! تم نہیں جانتے، یہ ہماری مخلوق ہے ہم نے اسے پیدا کیا ہے، ہم جانتے ہیں۔

حضرات! آپ اگر اس کائنات ہستی کو تصور کریں تو جس سے آپ ناپتے ہیں، تو آپ کو ناپنے میں سنکھیا کے لیے شبد تک نہیں ملیں گے۔ ذرا آپ غور کیجئے، ذرا بتائیے تو سہی، خلا میں یہ جو آپ کا سورج ہے اسی کو آپ بڑا سمجھے ہوئے ہیں، ٹھیک ہے بہت بڑا ہے، آپ کی زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے، آپ کی زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے، لیکن آسمان کے جاننے والے کہتے ہیں کہ خلائے بے کراں میں اس سورج سے کروڑوں درجے بڑے سورج اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیے ہیں، وہ چمک رہے ہیں اور ایسے چمک رہے ہیں کہ کھربوں سال نوری ہوئے تب وہ چمکے تھے لیکن آج تک ان کی روشنی زمین پر نہیں آئی، اتنے دور ہیں۔

میں نے آپ سے ایک لفظ کہہ دیا ''سال نوری'' - اس کا کیا مطلب ہے؟ کیوں کہ اس کائنات میں جو چیزیں ہیں وہ ہمارے اعداد سے نہیں ناپی جاسکتیں، انچ ہے، فٹ ہے، میٹر ہے، سینٹی میٹر ہے، میل ہے، کلومیٹر ہے، اس سے وہاں کی چیزیں نہیں ناپی جاسکتیں، ان کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔

سوچتے سوچتے آدمی کا دماغ پھٹ جائے۔ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ایک سیکنڈ میں چلتا

ہے اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کو اگر آپ ۶۰ ر سے ضرب دے دیں تو ایک منٹ نوری بنے گا اور حاصل ضرب کو پھر ۶۰ ر سے ضرب دیں تو ایک گھنٹہ نوری بنے گا اور اس کو اگر آپ چوبیس سے ضرب دے دیں تو ایک دن ورات نوری بنیں گے اور اس کو تین سو ساٹھ سے ضرب دے دیں تو ایک سال نوری بنے گا تو تقریباً ایک ارب چھیانوے کروڑ میل کا ایک سالِ نوری ہوگا۔ اب کہنے والا یہ کہتا ہے کہ ایسے سورج اللہ عزوجل نے پیدا کیے ہیں جو کھربوں سالِ نوری ہم سے دور ہیں۔ اگر اتنے دور ہیں تو آپ ان کی سنکھیا تو عدد میں نہیں لکھ سکتے، آپ زیادہ سے زیادہ شنکھ، دس شنکھ، مہاشنکھ، مہاشنکھ کے بعد کچھ ہے ہی نہیں آپ کے پاس۔ اتنی بڑی کائنات ہے، تو مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے ان سب کو محبت سے پیدا کیا ہے۔ یہ ساری کائنات اللہ عزوجل نے محبت سے پیدا کر دی ہے تو یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ یہ کس کے لیے پیدا کی ہے؟

اللہ تبارک نے اس پوری کائنات کو بنایا اور اس کو بنانے کے بعد اپنے لاڈلوں کی محبت میں اسے تیار کیا، لاڈلا کون ہے اللہ کا؟ ایسا پیارا کون ہے اللہ کا؟ کہ جس کے لیے مولیٰ تعالیٰ نے اتنی بڑی کائنات بنائی اور اس کو پتہ تھا کہ اس کا یہ لاڈلا اندھیروں میں نہیں بیٹھے گا تو اس نے دن کو پیدا کر دیا، رات کو بھی اسے اندھیرا نہیں چاہئے تو چاند کو پیدا کر دیا، اسے یہ معلوم تھا کہ میرے لاڈلے کے لیے سر پہ سایہ ہونا چاہئے تو اس نے آسمان پیدا کیا اور اس کو سونے بیٹھنے کے واسطے بچھاون ہونا چاہیے تو اس نے زمین کو بچھایا، میرے لاڈلے کو پینے کے لیے پانی ہونا چاہئے تو زمین پر سمندر پھیلا دیے، اب جو اس نے اپنے لاڈلوں کے لیے بنانا شروع کیا ہے، اپنے محبوب کے لیے بنانے کا آغاز کیا ہے تو بن رہا ہے اور بنتا ہی چلا جا رہا ہے اور وہ ہستی ایک ہے اور وہ ہے حضرت انسان، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بنائی ہیں جبھی تو ارشاد فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن۔ (سورۃ الذاریات، آیت: ۵۶)

یہ سب تو تمہارے لیے بنایا اور تمہیں اپنے لیے بنایا، یہ ہے محبت والی بات، جگر مرادآبادی ایک مطلع کہتا ہے وہ ہمیں بڑا پسند ہے، وہ کہتا ہے:

اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے
سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

اگر محبت سمٹ جائے تو عاشق کے دل کے اندر ہے اور اگر پھیلے تو پوری کائنات کو گھیر لے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنا محبوب بنایا، اور ان انسانوں میں مولیٰ نے خود چناؤ کیا، خود انتخاب کیا، ظاہر ہے کہ آج بچہ بچہ جانتا ہے کہ الیکشن اور انتخاب کیسے ہوتے ہیں، میرے خیال میں ملّا سے زیادہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ الیکشن کیا ہوتا ہے؟ میں تو نہیں جانتا کہ الیکشن کیسے لڑا جاتا ہے، تو ماشاءاللہ بچے اچھی طرح جانتے ہیں کہ الیکشن کسے کہتے ہیں اور کیسے لڑا جاتا ہے؟ مگر ایک بات ہمیں معلوم ہے کہ الیکشن اور سلیکشن کے لیے دو فن بہت ضروری ہے، ان کے بغیر الیکشن اور سلیکشن نہیں ہو سکتا، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اس بات کا علم ہو کہ سب سے بہتر کون ہے؟ ورنہ ہم سب سے اچھے کو چن نہیں سکتے، اور دوسری چیز ہے اس کو لینے کی طاقت کا ہونا مثلاً آپ کو معلوم تو ہے کہ فلاں دوکان کا فلاں ٹیپ ریکارڈ اچھا تو ہے لیکن آپ کی جیب میں اس کے مطابق دام نہیں ہے تو بھی آپ اس کو نہیں خرید پائیں گے۔ اس لیے نہیں کہ آپ نے اسے جانا نہیں، آپ کو معلوم نہیں ہوا بلکہ آپ کا اختیار اور آپ کی قوت اس کو خرید نہیں سکتی، تو معلوم ہوا کہ الیکشن اور سلیکشن میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے، ایک علم ہونا، دوسرے اختیار ہونا۔

اب آپ غور فرمائیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے ''محمد مصطفیٰ''، مصطفیٰ کا معنی ہے: ورڈ بائی ورڈ، شبد بائی شبد، لفظ بہ لفظ ''سلیکٹیڈ'' یعنی چنا ہوا، عربی میں مصطفیٰ کا یہی معنی ہے، اچھا ایک بات اور ہے کہ سارے انبیا چنے ہوئے تھے، کیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام چنے ہوئے نہیں تھے؟ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام چنے ہوئے نہیں تھے؟ نہیں، وہ سب بھی چنے ہوئے تھے، لیکن ایک بات یاد رکھیے کہ لقب ''چنا ہوا'' صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ نہ آپ آدم کو مصطفیٰ کہتے ہیں، نہ آپ نوح کو مصطفیٰ کہتے ہیں نہ آپ ابراہیم کو مصطفیٰ کہتے ہیں، نہ آپ موسیٰ اور عیسیٰ کو مصطفیٰ کہتے ہیں، مصطفیٰ جب آپ کہتے ہیں تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اب اللہ عزوجل نے انہیں چنا اور میں نے آپ سے کہہ دیا کہ چننے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے: ایک علم، دوسری اختیار، اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب انہیں چنا ہوگا تو تمہارے علم سے تھوڑی چنا ہوگا، تمہارے اختیار سے تھوڑی چنا ہے، خدا نے انہیں چنا ہے اپنے علم واختیار

سے، تو کوئی بھی چیز چننے کے لیے جب ہم نکلیں تو ہوسکتا ہے کہ ہماری نظروں سے اچھی چیز اوجھل ہوجائے، ہم نہ جان پائیں، ہم نہ چن پائیں، لیکن خدا کی نگاہ قدرت سے کوئی چیز اوجھل نہیں ہے، اٹھارہ ہزار کائنات جو اللہ نے پیدا کی ہے وہ اس کے علم میں ہے، اس نے جب انہیں پیدا کیا ہے تو ان سب کو اس سے بہتر جانتا ہے جیسے ہم اپنی ہستی کو جانتے ہیں، اور اسی طریقے سے جب ہم نے دیکھا کہ یہ چیز بہت بہتر ہے، ہم لالچ کررہے ہیں، ہم حسرت کررہے ہیں کہ یہ چیز ہمارے گھر پہنچ جاتی لیکن ہم مجبور ہیں، ہم اتنے میں لے نہیں سکتے، اسے خرید نہیں سکتے، لیکن مولیٰ تبارک وتعالیٰ مجبور نہیں ہے، اس کی قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ ساری قدرتیں اس کی قدرت وطاقت کے سامنے ہیچ ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کائنات کے اندر کسی کو کوئی قدرت ہے ہی نہیں، ساری قدرت وطاقت صرف اللہ عزوجل کو ہے، اس نے اپنے ایسے علم سے جس کی کوئی انتہا نہیں اور ایسی طاقت سے جس کی کوئی انتہا نہیں اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق میں ایک کو اپنا محبوب بنانے کے لیے چنا۔ میں نے آپ سے کہا تھا نا، محبت، اسی محبت نے ایک کو اپنا محبوب بنانے کے لیے چنا، اب مجھے بتاؤ جس ایک کو اس نے اپنا محبوب بنانے کے لیے چنا ہوگا، جس ایک کو اس نے یہ کہا ہوگا: وہ میرا محبوب ہے، میں اس سے پیار کرتا ہوں، وہ میرا چہیتا ہے، بتاؤ بھئی! کیا اس نے اپنے چہیتے کو کیا دینے سے چھوڑ دیا ہوگا؟ کیا عطا فرمانے سے چھوڑ دیا ہوگا؟ کیا سنوارنے سے چھوڑ دیا ہوگا؟ کیوں کہ آج ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جب ہم کسی کو چاہتے ہیں، جب ہم کسی سے محبت کرتے ہیں، تو اس بارے میں تیاری کرتے ہیں، ہمارا بس نہیں چلتا ورنہ ہم سارا عالم ہی اٹھا کر اس کی جیب میں ڈال دیں، کیوں کہ وہ ہمارا محبوب ہے۔ تو اب مجھے بتایئے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو کیا دینے سے اٹھا رکھا ہوگا۔

یہ لفظ محبت ہے اور اسی میں ساری کائنات ہے، دیکھو بھئی! ہم ملاّ نہیں ہیں ہم تو فقیر ہیں، ہمارا گیان اور ہماری تعلیم جو ہمیں ہمارے مرشد سے ملی ہے وہ یہ کہ اپنے رب کی بندگی کرو اور رب کے جتنے بندے ہیں ان سے محبت کرو، دو چیزیں ہمیں دی ہیں رب کی بندگی اور بندوں سے محبت، جب تک کہ ہم ان دو چیزوں کو اپنا نہ لیں سرخرو نہیں ہوسکتے اور کیسی محبت؟ تو دھیان سے سنیے۔

خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خواجہ اجمیر کے پیر ومرشد ہیں، جب انہوں نے مدینہ

منورہ سے ہندوستان کی طرف حضرت کو رخصت کیا، ارشاد فرمایا: بیٹے! رات کو تمہیں جو ملنا تھا مل چکا، تمہارے نانا جان نے فرمایا: کہ میں نے ہندوستان کا روحانی تاج معین الدین حسن کے سر پر رکھا، مبارک باد ہو تمہیں، تم تاج دار ہو، اب تم ہندوستان جارہے ہو تو سنوارنے اور سدھارنے کے لیے۔ تو ہمارے پاس تمہارے دینے کے لیے کچھ زیادہ نہیں ہے، لیکن بہر حال ہمیں بھی کچھ کہنا ہے تو ہم تمہیں تین چیزیں دے رہے ہیں، خواجہ اجمیر کو خواجہ ہارونی نے تین چیزیں عطا فرمائیں، فرمایا: جب سورج صبح کو نکلتا ہے تو اس کے سامنے غریب کی کٹیا بھی ہوتی ہے اور پونجی پتی کا محل بھی ہوتا ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ وقت کی حکومت پونجی پتی کے محل میں لائٹ کی روشنی پہنچائے اور سرکاری نل بھی پہنچادے لیکن غریب کی کٹیا میں نہ اپنا نل پہنچائے نہ اپنی روشنی پہنچائے، ہوسکتا ہے کہ حکومتِ دنیا غریب میں اور پونجی پتی میں اَنتر کرے، لیکن سورج تفریق نہیں کرتا، سورج جب چمکتا ہے تو جیسے وہ کروڑ پتی کے محل پہ چمکتا ہے ایسے ہی غریب کے جھوپڑے پر بھی چمکتا ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ پونجی پتی اگر جھوپڑے والے سے ناراض ہے تو اس سے کہے کہ بے وقوف کل دیکھیں گے تیرے یہاں سورج کیسے چمکتا ہے؟ میں سورج نہیں چمکنے دوں گا، وہ کہے گا: احمق ہے تو، لہٰذا اے معین الدین حسن! تم ولایت کے آسمان پر سورج بن کر ہندوستان میں چمکنا تو تمہارے لیے امیر اور غریب دونوں برابر ہونے چاہئیں، تاکہ تمہارا فیض دونوں کو یکساں پہنچے، ایسا نہ ہو کہ بڑوں کو تو تمہارا فیض پہنچے اور چھوٹے تمہارے فیض سے محروم رہ جائیں۔

میں آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں، یہ تو خواجہ معین الدین حسن ہیں، اسلام کی تعلیم مساوات کو آپ دیکھیں، آج بڑے زور سے نعرہ لگایا جاتا ہے، سب برابر ہیں، اخبارات اور مظاہروں میں ایک نعرہ آتا ہے، غریبی ہٹاؤ، اللہ کرے ہٹ جائے غریبی، ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں، خدا کرے غریبی دور ہوجائے، مگر ہم آپ کو صرف ایک بات بتانا چاہتے ہیں، ہمارے آقا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں تشریف فرما ہیں اور حضور کے پاس مکہ کے بڑے بڑے سردار، عتبہ امیہ بن خلف، کتیبہ وغیرہ آئے اور ایک صحابی بڑے غریب ہیں، ساتھ ہی آنکھوں سے معذور ہیں، نابینا ہیں، ان کا نام ہے عبداللہ ابن ام مکتوم، حضور والا ان پونجی پتوں سے باتیں کررہے تھے، وہ پونجی پتی مسلمان نہیں، عبداللہ ابن ام مکتوم مسلمان ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت

کرنے کے لیے آئے ہیں اور حضور والا ان کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان فرمارہے ہیں، اب عبداللہ ابن ام مکتوم آئے ہیں، انہوں نے یہ تو دیکھا نہیں کہ حضور والا کے سامنے کون کون بیٹھے ہوئے ہیں، وہ کسی کام کے لیے آئے تھے، لہٰذا بار بار عرض کرتے ہیں: **یارسول الله! انظرنا، یارسول الله! انظرنا**، سرکار! ذرا میری بات سن لیجیے، میری طرف متوجہ ہوجائیے، اور حضور والا اس خیال میں ہیں کہ اگر مکے کے یہ بڑے اسلام میں داخل ہوجائیں گے تو پھر اسلام کو قوت پہنچ جائے گی لہٰذا حضور والا ان کی بات کا جواب نہیں دیتے، اور فرماتے ہیں کہ ذرا انتظار کرلو، ذرا صبر کرلو، ہم پہلے ان لوگوں سے باتیں کرلیں، اس نکتے کو عبداللہ ابن ام مکتوم نہیں سمجھ رہے ہیں، پھر کہتے ہیں: **یارسول الله! انظرنا**، یارسول اللہ! ذرا ہماری طرف متوجہ ہوجائیے، یہاں تک کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے پہ شکن نمودار ہوئی، اور ناراضی کے اثرات دکھائی دیے، فوراً آیت نازل ہوئی: **عَبَسَ وَ تَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَ مَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّه یَزَّکّٰی.** — اے پیارے محبوب! آپ نے ماتھے پہ شکن ڈال لی، آپ نے منہ پھرالیا اسی لیے کہ اندھا آپ کے پاس آیا ہے، آپ سوچیے کہ اللہ اپنے محبوب سے فرمارہا ہے کہ اندھے سے آپ نے منہ پھیرلیا، اور ہمارے بغیر بتائے ہوئے آپ کیا جان سکتے ہیں کہ وہ زیادہ پاکیزہ ہوں گے، ہوسکتا ہے وہی زیادہ پاکیزہ ہوان کے بالمقابل جن سے آپ بات کررہے ہیں، ہوسکتا ہے وہ راہ ہدایت نہ پائیں، وہ آپ کے پاس آیا تھا، غریب اندھا وہ زیادہ سیدھا راستہ چلتا ہو، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے عبداللہ ابن ام مکتوم کی عزت میرے دل میں بڑھ گئی ہے، اب جب عبداللہ ابن ام مکتوم بارگاہ رسالت میں آتے تو حضور ارشاد فرماتے، آؤ عبداللہ ابن ام مکتوم! تمہاری وجہ سے تو ہمارے رب نے ہم پر عتاب نازل کیا۔

آپ نے دیکھا، یہ ہے اسلامی تعلیم، یہ ہے وہ مساوات اسلامی جو حضرت خواجہ کو بڑے خواجہ نے بتائی تھی، کہ جیسے سورج چمکتا ہے تو وہ نہ پونجی پتی کا محل دیکھتا ہے اور نہ غریب کی کٹیا دیکھتا ہے، اب اگر تمہارا سورج چمکے تو نہ پونجی پتی کا محل دیکھنا اور نہ کسی غریب کی کٹیا دیکھنا، اپنا فیض برابر سے امیر و غریب دونوں کو تقسیم کرنا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نعمتیں آئیں گی، شرافتیں آئیں گی،

اپنے آپ کو ندی نہ بنالینا کہ ذرا سا پانی زیادہ پڑا تو کناروں سے ابل گئی، اس کنارے سے بھی گاؤں گئے، اس کنارے سے بھی گاؤں گئے، تم اپنے آپ کو سمندر بنانا، سارے عالم کی ندیاں آکے سمندر میں ملا کرتی ہیں، سمندر اپنے کناروں سے ابلا نہیں کرتا، حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا کہ پیارے! تمہارے اوپر نعمتیں آئیں تو ابلنے مت لگنا کہ اپنی نعمت اور اپنی کمائی کی وجہ سے لوگوں کو ذلیل کرنے لگو۔

تیسری بات یہ ہے کہ یادرکھو، جس ڈالی پر پھل ہوتا ہے، وہ ڈالی اپنا سر جھکا دیتی ہے اور جو ڈالی میوے سے خالی ہوتی ہے، وہ اپنا سر اوپر اٹھا لیتی ہے، حضور محدث اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر ایک بڑا اچھا جملہ ارشاد فرماتے تھے: میاں! جو اوپر چڑھتا ہے وہ جھک کر چڑھتا ہے اور جو نیچے اترتا ہے وہ اکڑ کے اترتا ہے۔

آدمی پستی میں اکڑ کے جاتا ہے اور بلندی پر جھک کر جاتا ہے، اس لیے جس گھڑے میں پانی بھرا ہو اس میں سے آواز نہیں آتی اور گھڑا اگر خالی ہو تو آواز آتی ہے، لہٰذا جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے پیر ہیں، ہم پیران پیر ہیں، ہمارا اتنا درجہ ہے، تو بس سمجھ لیجیے کہ یہ خالی ڈھول کا کھول ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں ہے، اس کے پاس کچھ ہوتا تو زمین پر سر جھکا دیتا، تو فرمایا: جو بھی اللہ کی نعمت تمہارے پاس ہے، جیسے جیسے اللہ تمہارا درجہ بلند کرے ویسے ویسے تمہارا سر اللہ کے آگے تواضع میں جھکتا چلا جائے، زمین کی طرح اپنے آپ کو صحیح کرلو، یہ زمین ہے، ساری آبادی اس پر بستی ہے، پیشاب بھی کرتی ہے، پاخانہ بھی کرتی ہے، چلتی ہے، تھوکتی ہے، اس کو کھودتے ہیں، جانور کیا کیا کرتے ہیں، لیکن وہ بے چاری زمین کبھی اُف نہیں کرتی، آپ کے قدموں میں اپنا سر ڈالے پڑی رہتی ہے، فرماتے ہیں: ''اسی طرح سے مخلوق خدا کی سیوا میں تم اپنا سر ڈالے پڑے رہنا، یہ تین چیزیں ہم تمہیں دیتے ہیں، اور یہ تین چیزیں لے کر تم ہندوستان چلے جاؤ''۔

خواجہ اجمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہندوستان میں جو اسلام کی تبلیغ کی ہے، مرشد اعظم کی ان تینوں نصیحتوں کی روشنی میں کی ہے اور یہ ہے محبت کا انجام، محبت فاتح عالم ہے میرے دوست! ڈاکٹر اقبال نے کہا:

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

محبت کو اگر فاتح عالم کہا گیا ہے تو آپ کو اس میں ضرور غور کرنا چاہیے۔

سانپ اور شیر، شیر جنگل کا بادشاہ اور ایک زمین کے اندر کا بادشاہ، لیکن انسان شیر اور سانپ دونوں کو اپنی محبت سے، اپنے پریم سے ایسا سدھاتا ہے، دونوں کو ایسا مسخر کرتا ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ سپیرے گلے میں سانپ کا ہار ڈالے پھرتے ہیں اور آپ نے کبھی سرکس دیکھا ہو تو دیکھا ہوگا کہ ایک معمولی آدمی شیر کو اپنے قبضے میں کیے ہوئے ہے، اپنے ہاتھ میں چمڑے کا پٹہ لیے ہوئے جنگل کے راجہ کو نچائے نچائے پھرتا ہے، یہ سب کچھ محبت سے ممکن ہو سکا، محبت ایسی ہے جو عالم کو فتح کر لیتی ہے۔

آپ کا دشمن آپ کو تھپڑ مار دے تو بدلہ لینے کے لیے آپ کو حق ہے کہ اسے بھی آپ تھپڑ مار دیں لیکن جب آپ بدلے کا تھپڑ اسے مار دیں گے تو بعد میں خیال آئے گا کہ بدلے کے تھپڑ کے بعد ہمیں کچھ ملا نہیں، یہ ضرور ہوا کہ بدلے کے تھپڑے سے ہمارے دل کو ذرا سی تسلی ہوگئی، لیکن اگر کوئی آپ کو کوئی تھپڑ مارے اور بدلے میں آپ اسے معاف کر دو پھر اس کا اثر دیکھو۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں، ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا، ابن علی حسن کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ بیٹھے ہیں، کہنے لگا: تم ایسے ہو، تم ایسے ہو، امام حسن نے کوئی جواب نہ دیا، لیکن آپ کے جو ساتھی تھے انہوں نے کہا: بدتمیز! شرم نہیں آتی، امام حسن نے فرمایا: ٹھہر جاؤ، یہ جو کچھ کہہ رہا ہے ہمیں کہہ رہا ہے، اور فرمایا: بیٹھو! بھوکے ہو تو ہم تمہیں کھانا کھلائیں گے، پیاسے ہو تو ہم تمہیں پانی پلائیں گے، ننگے ہو تو ہم کپڑا دیں گے یا اور بھی کوئی حاجت ہے تو پیسہ دے دیں گے، تم نے ہماری برائیاں بیان کیں، اگر یہ برائیاں سچ مچ ہم میں ہیں، تو تم بھی دعا کرو، ہم بھی دعا کریں کہ یا اللہ! اس سے تو ہمیں پاک فرما، اور اگر جھوٹ ہے، یہ برائی ہم میں نہیں ہے، تم نے ہمارے اوپر تہمت رکھی ہے تو ہم نے تمہیں معاف کر دیا، بس جیسے ہی یہ کہا کہ جاؤ ہم نے تمہیں معاف کر دیا، فوراً آگے بڑھا اور آپ کی چادر اقدس کا کونا لے کر اسے آنکھوں سے لگا لیا اور رو کر عرض کرنے لگا، حضور والا! میری کیا مجال کی کہ میں آپ کی بارگاہ میں گستاخی کروں، لیکن چاروں طرف سے میں یہ آواز سنتا تھا کہ یہ ابن رسول اللہ ہیں،

میں نے یہ سوچا کہ ذرا دیکھوں تو سہی کہ ہیں بھی یا نہیں؟ اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ واقعی رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔

اسی طرح امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ قائد وامام ہیں اپنی جنتا کے، رہبر ورہنما ہیں اپنی قوم کے لیکن آپ اپنی جنتا سے فرما رہے ہیں کہ ہم جب تک موجود ہیں، ہم پر جو گزرنی ہے گزر جائے گی لہٰذا آپ لوگ چلے جائیے، یہ ہے محبت کا کرشمہ، انسانیت نے تو یہ کہا جو امام حسین نے کہا تھا، مگر محبت نے کیا کہا، انہوں نے یک زبان کہا: ہم اپنی جانیں بچا کے نکل جائیں اور آپ کو لشکر ظالماں میں تنہا چھوڑ جائیں تا کہ آپ یہاں شہید کر دیے جائیں؟ قیامت میں ہم جب آپ کے نانا جان کے روبرو ہوں گے وہ ہم سے پوچھیں گے، کیوں جی! ہمارا نواسہ دشمنوں میں گھرا تھا، ظالموں کے نرغے میں تھا اور تم اپنی جانیں بچا کے نکل آئے، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، جس طرح کل بدر کے میدان میں ان کے ساتھیوں نے آپ کے نانا جان سے کہا تھا کہ ہم بنی اسرائیلی نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ، (سورۂ المائدہ، آیت:۲۴)

آپ اور آپ کا رب جائے، ہم نہیں جائیں گے وہاں لڑنے مرنے کے لیے، لیکن نبی کے صحابہ نے کیا کہا: آپ چلیں اور آپ کی نصرت میں آپ کا رب چلے اور ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے آپ کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، حضور اگر آپ فرما دیجیے تو نیزے کی انی تک پہنچ جائیں، اگر کہہ دیجیے تو تلوار کی دھار تک چلے جائیں، اللہ اکبر! اب کربلا میں انہوں نے عرض کیا: کل آپ کے نانا جان کے ساتھیوں نے آپ کے نانا سے جو کہا تھا اپنی وفاداری کو ظاہر کرتے ہوئے میدان کربلا میں وہی ہم آپ سے عرض کر رہے ہیں، حضور والا آپ تیار ہو جائیں، جب تک کہ ہم میں کا ایک بھی باقی ہے اس وقت تک یزید کا کوئی تیر حسین کے بدن تک نہیں آئے گا، یہ بات انہوں نے حسین کی محبت میں کہی تھی۔ (طبری، ص:۳۵۰، ج:۲)

اسی طرح جب ہم اپنے مرشد کے ہاتھ پر ہاتھ دیتے ہیں تو ہمارا مرشد ہم سے عہد لیتا ہے کہ تم محبت کرو گے، نفرت نہیں کرو گے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بشّروا ولا تنفّروا۔ نفرت مت پھیلاؤ، محبت پھیلاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف، ص:۳۲۳)

محبت کا جو پرچار کرتا ہے، وہ شرمندہ نہیں ہوتا، نفرت کا جو پرچار کرتا ہے وہ شرمندہ ورسوا ہوجاتا ہے، گاؤں گاؤں میں لوگوں نے نفرت کا پرچار کیا، اس کے لیے مخصوص پروپیگنڈہ کیا گیا، یہ سلسلہ چلا، جبل پور میں چلا، جلگاؤں میں چلا، بھیونڈی میں چلا، لیکن چند لمحے، چند گھنٹے، چند ہفتے، چند سال، لیکن جب نفرت نے اپنا اثر دکھایا تو رسوائی اور ذلت ان کا مقدر بنی، وہ بڑا گندا بیج ہے، اس سے جو درخت اُگتا ہے وہ بڑا گندا درخت ہوتا ہے اور اس میں جو پھل نکلتے ہیں وہ انتہائی گندے ہوتے ہیں۔ یہ نفرت ہی کا تو پھل ہے کہ یہ دنیا ایک بھیانک غار کے کنارے تک پہنچ چکی ہے، ایک طرف امریکا بٹن پر ہاتھ رکھے انتظار کر رہا ہے اور ایک طرف روس بٹن پر ہاتھ رکھے انتظار کر رہا ہے، خدا وہ دن نہ دکھائے، خدا نہ کرے کہ اگر امریکا نے بٹن کو آن کیا یا روس نے بٹن کو آن کیا اور تیسری جنگ رونما ہوئی تو وہ نفرت کا ایسا مجسمہ ہوگی تو اس سے ایک ملک، ایک خطہ نہیں بلکہ سارا عالم تباہ ہوجائے گا، یہ پورا کرۂ ارض برباد ہوجائے گا۔

میں نہیں بتا سکتا کہ ان دونوں قوموں نے تباہی کے جو ہتھیار تیار کر رکھے ہیں اگر ایک ساتھ ان ہتھیاروں کو ٹکرا دیں تو معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، تو تم بتا سکتے ہو کہ اس زمین کا کیا حشر ہوگا، یہ پوری زمین بھسم ہوجائے گی، آپ بارود کا بہت بڑا ڈھیر لگائیں اور ایک ماچس جلا کے اس میں ڈال دیں ایسے ہی اگر نفرت کی ایک چنگاری کسی قوم پر ڈال دی گئی تو معاذ اللہ رب العالمین، وہ بھی ختم ہوجائے گی، اس کا ناموس دھواں دھواں ہوجائے گا۔

ہم محبت کا پرچار کرتے ہیں، لہٰذا اے لوگو! محبت کرو اللہ کے لیے، محبت کرو اللہ کے رسول کے لیے، محبت کرو ان رسولوں سے جن کے لیے اللہ نے ہمیں اور تمہیں پیدا کیا ہے، ہم پیدائشی طور پر محبت کرنے والے ہیں۔ ذرا تصور کریں، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماں کے دل میں محبت نہ ڈالی ہوتی، جب ہم بالکل ننھے سے ہوتے تھے اس وقت ہم میں اتنا شعور نہیں ہوتا کہ ہم ماں کی محبت کا مطالعہ کریں کہ ہماری ماں نے ہمیں کیسے پالا، پرورش کی، اچھا، تم نہیں کہہ سکتے تو تم نے اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کو تو دیکھا ہوگا کہ ماں ان کی کیسے پرورش کرتی ہے، جاڑوں کی رات ہوتی ہے، بچے بستر کے اوپر پیشاب کر دیتے ہیں، راتوں کو وہ ان کے کپڑے بدلتی ہے، اپنا بدن صاف کرتی ہے، اگر بستر اور پلنگ بھیگ جاتا ہے تو خود بھیگے ہوئے بستر پر لیٹ جاتی ہے اور

اپنے بچے کو سوکھے بستر پر سلاتی ہے، کسی حالت میں وہ اپنے بچے کو خود سے الگ نہیں کرتی، اپنے سینے سے لگا کر اپنا دودھ جو اپنے خون سے تیار کر کے بچے کو پلاتی اور اس کی پرورش کرتی ہے، یہ سب صرف محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، محبت اگر ماں کے سینے میں نہ ہوتی تو کوئی ماں اپنے بچے کی پرورش نہیں کرتی، یہ محبت ہی اسے پرورش کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے لیے اپنا دکھ سکھ بھول جاتی ہے۔

یہ محبت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں، ہم اپنے بچوں کو لکھاتے ہیں، یہاں تک کہ اگر بچے کو پھانس لگ جائے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ پھانس ہمارے بچے کو نہیں لگی ہے بلکہ ہمارے دل کو لگی ہے، ہم فقیر ہیں، ہم درویش ہیں، ہمارا مشن ہے محبت کرنا، ہمارا مشن ہے پریم عام کرنا، کہ اگر محبت اور پریم پھیلا کر ہم کامیاب ہوگئے تو اب اس دنیا میں ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، کاش کہ ایسا ہو کہ لڑنے والے جو لڑ رہے ہیں وہ دونوں اس نکتے کو سمجھ جائیں، کہ اتنے دنوں ہم لوگ نفرت کرتے رہے، نفرت نے ہمیں کیا دیا؟ تو ان کو ہوش آجائے گا کہ ۲۵ رسال میں نفرت نے ہمیں کچھ نہیں دیا، بلکہ بار بار محبت کے ہاتھوں ہم بنتے رہے اور نفرت کے ہاتھوں تباہ ہوتے رہے۔ آج ہم محبت کا مشن لے کر چلے ہیں، آج ہم انسانیت کا درس لے کر چلے ہیں، آج ہم تمہیں اخوت بتانے چلے ہیں، آج ہم تمہیں چاہتے ہیں کہ بھائی چارگی اختیار کرو، ہمارے مرشد برحق مخدوم حضور شاہ برکت اللہ مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام سلسلہ برکاتیہ ان کا تخلص ہے ہندی زبان میں پیمیؔ، وہ ایک دوہا ارشاد فرماتے ہیں: میں سناؤ آپ کو، وہ فرماتے ہیں:

پیمیؔ ......یعنی اے پیمیؔ! ہندو اور مسلمان میں ایک ہی رنگ سمایا ہوا ہے اور مندر اور مسجد کے اندر ایک ہی دیے کی روشنی ہے لیکن تم جانتے ہو اچھی طرح سے کہ یہ مورتی خدا نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سارے عالم میں تعلیم دی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، اللہ ایک ہے، حضرت ابراہیم نے بھی یہی سکھایا تھا، حضرت نوح نے بھی یہی تعلیم دی تھی، مگر ہر زمانے کے اندر کچھ نے مانا تھا، کچھ نے نہیں مانا تھا، هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یہ تمام انبیا اور رسولوں نے کہا مگر اپنے پیارے مصطفیٰ سے کس انداز میں کہلوایا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ آج سارا عالم هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہہ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم

بار بار کہتے تھے: اللہ ایک ہے، لیکن حضرت ابراہیم صرف اکیلے کہتے تھے، اللہ ایک ہے، باقی پوری قوم کہتی تھی، نہیں، سورج بھی خدا ہے، تارے بھی خدا ہیں اور نمرود بھی خدا ہے اور دریا بھی خدا ہیں۔(معاذ اللہ)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ اللہ ایک ہے مگر قوم کہہ رہی تھی کہ اللہ ایک نہیں ہے، فرعون بھی خدا ہے، عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کہا کہ اللہ ایک ہے لیکن لوگوں نے کہا، نہیں، اللہ ایک نہیں ہے، مشتری بھی اللہ ہے، اور فلاں بھی اللہ ہے، یہ سب نعرے بلند ہوتے رہے، لیکن جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کہہ دیا: هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔تو سب نے کہہ دیا اللہ ایک ہے۔آج دنیا کے اندر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہے ہی نہیں، پورا چین یہی کہتا ہے، پورا روس یہی کہتا ہے، تو خدا کا مطلقاً انکار کرنے والے تو ہیں لیکن خدا مان کر ایک سے دو کہنے والا آج دنیا میں کوئی نہیں ہے، اللہ اکبر! یہ ہے میرے محبوب کے قول کا اثر، فرمایا: سب نے کہا کہ اللہ ایک ہے مگر پوری کائنات نے نہیں مانا مگر آپ جب کہہ دیں گے کہ اللہ ایک ہے تو سارا جگت، سارا سنسار کہے گا کہ اللہ ایک ہے، گلاب تو گلاب ہے اس کو آپ نور کہہ دیں تو بھی گلاب ہے پھول کہہ دیں تو بھی گلاب ہے، نام بدلنے سے اصلیت نہیں بدل جاتی، گلاب کا نام بدل دینے سے گلاب کی ذات نہیں بدل جاتی ہے، اللہ کو اگر آپ نے ایشور کہہ دیا اللہ بدل نہیں گیا، اللہ کو آپ نے گاڈ کہہ دیا تو اللہ بدل نہیں گیا، اللہ وہی ہے جو اللہ ہے اور جس کو محمد نے اللہ کہا ہے: هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔اللہ نے ان سے فرمایا: آپ کہہ دیں کہ اللہ ایک ہے، کون کہتا ہے اور کون نہیں کہتا، ہم آپ کو دکھائیں گے کہ آپ کے کہنے کے بعد سب کہیں گے کہ اللہ ایک ہے اور سب نے کہا کہ اللہ ایک ہے۔

میرے دوستو اور میرے بھائیو!! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اب یہ نفرت کا زمانہ نہیں ہے اب یہ محبت کا زمانہ ہے۔اور خصوصاً ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس محبت کا پرچار کیا ہے میں آپ کو کیا بتاؤں کہ کیسی محبت ہے؟ سبحان اللہ، کہ جس نے اپنے گالی دینے والوں کو دعائیں دیں اور ایسی دعائیں دیں کہ وہ پتھر مار رہے ہیں اور حضور والا کا پیارا پیارا نازنین بدن زخموں سے چور ہو گیا ہے، حضور والا بے ہوش ہو کر زمین پر آ گئے ہیں، زید بن حارثہ پکار پکار

کر کہہ رہے ہیں: یا رسول اللہ! ان کو بد دعا دے دیجیے کہ سب مر جائیں، سب ہلاک ہو جائیں، ان پر نوح کا طوفان آ جائے، قوم ثمود کی طرح ان پر پتھر برسے، حضور والا کے ہاتھ اٹھتے ہیں، زید بن حارثہ سمجھتے ہیں کہ اب آیا آسمان سے عذاب، اب نکلا زمین سے عذاب، مگر نہیں، نہ آسمان سے عذاب آیا، نہ زمین سے عذاب آیا، ہاتھ اٹھے اور رحمت عالم کی زبان پکاری:

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنِیْ ،اے اللہ! میری قوم کو سیدھا راستہ بتا دے، وہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، ص:۵۷۱، ج:۶) میں ان کی اچھائی چاہنے آیا ہوں، میں ان کی برائی نہیں چاہتا۔

اللہ اکبر! میں آپ سے عرض کرتا ہوں، پرسوں گیارہویں شریف کے بیان میں عرض کر رہا تھا کہ مجھ سے لوگوں نے بار بار پوچھا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایسا کیسے ہوا؟ چودہ سو سال کی تاریخ میں ایسا نہیں ہوا تھا تو یار لوگ ضرور پوچھیں گے کہ ایسا کیسے ہوا؟ اب ہمارے لیے تو بڑی مصیبت ہے کہ ایک طرف تو ہم مفتی کے عہدے پر ہیں، ہماری عوام اگر ہم سے استفتا کرے تو ہم حق کو چھپا نہیں سکتے، حق ظاہر کرنا ہمارا کام ہے، اور اگر حق ظاہر کرتے ہیں تو چلے جائیں گے سوا لاکھ کے گھر میں، ہاتھوں میں لوہے کا زیور پہنے ہوئے اور چلو سسرال اور چل کے مکھن کھاؤ بیٹھ کر، نہ پھر کوئی کیس نہ کوئی اپیل، اس طرح پڑے رہو کالی کوٹھری میں، مگر آپ سوچیے کہ حق بلند ہوتا ہے، حق کبھی مغلوب نہیں ہوا کرتا، بشرطے کہ آپ حق کو حق کے لیے کرو، آپ اگر حق کو بدنیتی سے کیجیے گا تب ضرور وہ حق آپ کا ساتھ نہیں دے گا، ہم نے کہا تم یہ پوچھ رہے ہو، تم نے یہ پوچھا کہ یہ ایسا کیسے ہوا؟ سن ۱۹۷۱ء میں ایسا کیسے ہوا؟ اب سے نو برس پہلے ایک بات ہوئی تھی تب تم نے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا تھا، کہ ایسا کیسے ہوا؟ ۳۵/لاکھ فلسطین میں ہیں، ارد گرد ساڑھے سات کروڑ، ۳۵ لاکھ صرف فلسطین میں ہیں، اور سارے عالم میں کل ستر لاکھ ہیں، ۳۵/لاکھ فلسطین میں ہیں اور ۳۵/ لاکھ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، اور فلسطین میں ایسے گھرے ہوئے ہیں کہ جیسے ۳۲/دانتوں میں زبان گھری ہوتی ہے، ساڑھے سات کروڑ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے، پیسہ نہیں ہے، سونا نہیں ہے یا دولت نہیں ہے، کیا

نہیں ہے عربوں کے پاس، آج عربوں کی زمین پگھلا ہوا سونا بھی اگل رہی ہے اور جما ہوا سونا بھی اگل رہی ہے، سنہرا سونا بھی اگل رہی ہے اور سفید سونا بھی اگل رہی ہے، لیکن آپ ملاحظہ فرمائیے کہ ۳۵ رلاکھ نے ساڑھے سات کروڑ کو ایسے دبالیا جیسے فٹ بال کا ایک فلڈر آتی ہوئی فٹ بال اپنی ٹھوکروں پر رکھتا ہے۔

اور چودہ سو برس کی تاریخ اگر آپ پلٹا کر دیکھیں گے تو صرف واحد ذات ملے گی، امیر المؤمنین، غیظ المنافقین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، جب آپ خادم کے ساتھ آرہے تھے، میں پورا واقعہ بتا دے رہا ہوں، آپ بار ہا سن چکے ہو، جب وہاں پرتن تنہا ایک خادم کے ساتھ آرہے تھے اور خادم سے بھی اس شرط پر کہ ایک منزل تم اونٹ پر رہو گے اور ہم نکیل پکڑ کر چلیں گے اور ایک منزل ہم اونٹ پر اور تم نکیل پکڑ کر چلو گے اور جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو باری یہ تھی کہ خادم اونٹ پر ہے اور امیر المؤمنین نکیل پکڑے ہوئے ہیں، خادم نے کہا: حضور! اب تو دشمن قریب آ گیا ہے، اگر ایسا ہی رہا تو ہم ذلیل ہو جائیں گے، فرمایا: کیوں ہم ذلیل ہو جائیں گے، قرآن میں خدا کا حکم ہے کہ جس سے وعدہ کرو اسے پورا بھی کرو، میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں لہٰذا اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے میں ہم عزت والے بنیں گے، ذلیل نہیں ہوں گے، خادم خاموش ہو گیا، یہ ہیں امیر المؤمنین، سترہ پیوند کی گدڑی پہنے ہوئے، اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے چل رہے ہیں۔ اللہ اکبر! کیا دنیا نے اس سے زیادہ سادہ کوئی حکمراں دیکھا ہے، کہ جس کا نام لینے سے قیصر وکسریٰ کے بدن پر ایسا لرزہ طاری ہوتا تھا مانو کہ ان کو تپ کا مرض ہے، مانو کہ ان کو بخار آیا ہوا ہے، وہ اس حیثیت سے جا رہا ہے کہ اپنے خادم کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے ہے، جب یہ قافلہ قریب پہنچا، آواز دی گئی کہ ہمارے امیر آ گئے ہیں، پادری آیا، دیکھا، کہا: کہاں ہیں؟ اونٹ پر؟ لوگوں نے کہا: نا، اونٹ پر تو غلام ہے، نکیل پکڑ کر جو کھڑا ہے وہ ہے امیر، پادری نے ایک دفعہ غور سے امیر المؤمنین کو دیکھا اور بیت المقدس کے نگہ بانوں سے کہا کہ کھول دو دروازے، دروازے کھول دیے گئے، مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اور حضور والا آگے بڑھے، جیسے ہی بیت المقدس کے دروازے پر پہنچے تو سب سے بڑے سردار نے آگے بڑھ کر ایک قدم جھک کر بیت المقدس کی کنجی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں رکھ دی،

حضرت والا نے بیت المقدس کا دروازہ اپنے ہاتھوں سے کھولا اور اندر تشریف لے گئے، پادری کہنے لگا کہ اب آپ کی نماز کا وقت آ گیا ہے لہٰذا آپ پہلے نماز پڑھ لیجیے، سب سے بڑے گرجا میں لے جا کر فاروق اعظم سے کہنے لگا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے آپ یہاں نماز ادا کرلیں۔ ارشاد فرمایا: نہیں، یہ تمہاری پاکیزہ جگہ ہے، اگر ہم نے یہاں نماز پڑھ لی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان اسے مسجد بنالیں گے لہٰذا میں اس میں نماز نہیں پڑھوں گا، پوربی دروازے پر حضرت عمر فاروق نے آکر سیڑھیوں پر نماز پڑھی اور وہیں آج مسجد اقصیٰ بنی ہوئی ہے۔

تو میں بتا رہا تھا کہ عیسائی متولی نے ایک اکیلے آدمی کو جو سترہ پیوند کی گدڑی پہن کر گیا تھا اس کو سونے کی کنجی بطور گفٹ دی، وہ کنجی اس جیب سے اِس جیب اور اِس جیب سے اُس جیب میں آتی جاتی رہی۔ حضرت فاروق اعظم نے کسی ایک انسان کا بھی خون بہائے بغیر بیت المقدس کو حاصل کیا تھا اور مسلمانوں کو عطا فرمایا تھا، آج وہ بیت المقدس یہودی ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں ہے، وہ اس میں جوتے پہن کے جاتے ہیں، اور ان کے ارادے بڑے بد ہیں۔

میں نے اس پوچھنے والے کے جواب میں کہا تھا تو آج ہم سے پوچھ رہا ہے تو نے چھ سات سال پہلے ہم سے کیوں نہیں پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ جو وہ ہوا تھا وہ یہ ہوا۔

میرے دوستو اور بھائیو! اُحد کا میدان تمہیں یاد ہے، نہیں یاد ہے تو میں اس کے متعلق تھوڑی سی بات بتاؤں، احد کے پہاڑ پر ایک گھاٹی ہے، سرور عالم نے ملاحظہ فرمایا اور پچاس تیر اندازوں کو نکڑ پر کھڑا کیا اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست لیکن میری اجازت کے بغیر یہاں سے مت ہٹنا، اب اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی، حضرت مولیٰ علی ذوالفقار اور سیدالشہدا امیر حمزہ انعام دار کی تلوار نے تھوڑی ہی دیر میں مکے سے آئے ہوئے ان بدذاتوں کو ایسے بھگایا وہ ایسے بھاگ رہے تھے جیسے گدھے بدکتے ہیں، بھاگتے ہوئے تلوار یہاں ڈالتے تھے، نیزہ وہاں پھینکتے تھے، انی وہاں، ڈھال یہاں اور مسلمان وہ سامان سمیٹ رہے تھے اور ان کا پیچھا کر رہے تھے، وہ جو گھاٹی میں پچاس تیر انداز نوجوان بٹھائے گئے تھے، نوجوانوں میں جوش ہوتا ہے، نوجوانوں کو سپاہی بنایا جاتا ہے اور بوڑھوں کو کمانڈر بنایا ہے، جوش و ہوش دونوں ضروری ہوتا ہے، نوجوانوں نے جوش میں اپنے کمانڈر سے کہا، اب تو کافروں کو شکست ہو چکی ہے، اور ہمارے بھائی مال

غنیمت جمع کر رہے ہیں اور ہم یہاں خواہ مخواہ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہیں، لہٰذا اجازت دی جائے تاکہ ہم بھی بھاگیں اور سامان سمیٹیں، کمانڈر نے ارشاد فرمایا، نا، تمہارے آقا نے کیا ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست جب تک کہ میں اجازت نہ دوں اس جگہ کو چھوڑنا مت، ابھی حضور نے ہمیں نہیں بلایا ہے لہٰذا میں اجازت نہیں دوں گا، مگر نوجوانوں کو جوش آگیا اور وہ کمانڈر اور چند ساتھیوں کو چھوڑ کر میدان جنگ کی طرف چلے گئے اور محاذ چھوڑ دیا، خالد بن ولید جو اس زمانے میں مسلمان نہیں تھے، وہ بھی اپنے دستے کے ساتھ بھاگے جا رہے تھے، ایک دفعہ ان کی نظر پڑی کہ احد کی گلی خالی ہوگئی ہے، اپنے دستے کو اشارہ کیا، چناں چہ وہ ایسے چکر کھا کے آئے اور گھاٹی میں باقی رہ گئے مسلمان کمانڈر اور ان کے چند ساتھیوں پر دھاوا بول کر انہیں شہید کر دیا اور پھر میدان جنگ میں دوبارہ یلغار شروع کر دی، تو نتیجہ معلوم ہے کیا ہوا کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی اور ستر بڑے صحابہ شہید ہوگئے۔ (سیرت ابن ہشام، ص:۴۳۴)

حضرت حمزہ حضور کے چچا انعام دار شہید کیے گئے، ان کا پیٹ چاک کر ان کا کلیجہ چبایا گیا، ان کی ناک کان کاٹ دیے گئے، مسلمانوں کا یہ عالم ہوا کہ انہیں یہ ہوش نہیں رہا کہ اب ہم کدھر بھاگ رہے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دونوں دانت شہید ہوگئے، اور خود کی دو کڑیاں رخسار انور میں دھنس گئیں، اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے ہوش ہوکر پہاڑ کی ایک گھائی میں تشریف لے گئے اور جنگ احد بغیر فتح و شکست کے ختم ہوگئی۔

(سیرۃ المصطفیٰ، ص:۱۹۲ تا ۲۱۵)

وہ صحابہ کرام جن کے اونٹ کے پیروں کے نیچے کی مٹی ہمارے غوث اعظم کی آنکھوں کا سرمہ ہے، سرکار غوث پاک ''غنیۃ الطالبین'' میں لکھتے ہیں: کہ صحابہ کے اونٹ کے پیر کے نیچے کی مٹی میری آنکھوں کا سرمہ ہے، بڑے سے بڑا کوئی قطب ایک ادنیٰ صحابی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، وہ کہاں سے لائے گا وہ درجہ؟ کہاں سے لائے گا وہ منزلت، کہاں سے لائے گا وہ قیمت، ایمان کی نظروں سے اس نے وہ چہرہ دیکھا ہے جس میں اللہ کے انوار چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں، حالاں کہ جان کر انہوں نے نافرمانی نہیں کی تھی، انہوں نے تو یہ دلیل دی کہ اب کافروں کو شکست ہوگئی ہے، اب ہمیں انتظار کی کیا ضرورت ہے، انجانے طور پر ان سے نافرمانی واقع

ہوئی، جب حضور کی نافرمانی میں صحابہ کو شکست ہوگئی، آج ہم سے مت پوچھو کہ ایسا کیسے ہوا؟ اس لیے ہوا ایسا، میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، وہ بڑی دردناک تفصیل ہے، میں کہوں گا تو اپنے بھی سنیں گے اور غیر بھی سنیں گے، میں تمہیں بتا رہا ہوں اس واسطے کہ ہم محبت کی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیمان محبت باندھا ہے، فاروق اعظم سے آپ نے پوچھا: کیوں عمر! تم ہمیں کتنا چاہتے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں تمام لوگوں سے، ماں سے باپ سے، اولاد سے، بھائیوں سے، دوستوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں، ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتے ہو یا نہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! ابھی میرا ایمان اس درجے کو نہیں پہنچا ہے کہ میں اپنی جان سے زیادہ آپ کو چاہوں تو فرمایا تمہارا ایمان ابھی کامل نہیں ہوا، اتنا کہتے ہی وہ پردہ ہٹا اور فاروق اعظم چلا اٹھے: اب تو میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔ فرمایا: اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوگیا۔

یاد رکھو کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت تو عین ایمان ہے، وہ اصل ایمان ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہی ایمان ہے۔ یہ محبت کا مذہب ہے، یہ پریم کا دھرم ہے، تم مسلمان ہو تو اپنے آپ کو پہلے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے رنگ میں ایسے رنگو کہ وہ اللہ عزوجل کا رنگ دکھائی دے، وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَةً. اور اللہ سے بڑھ کر کس کی رَینْی۔ یہ اللہ کا رنگ ہے، حضرت بلال حبشی پر جب چڑھ گیا تھا تو بدن ادھڑ رہا تھا، آپ کے پرخچے اڑ رہے تھے لیکن جب ہوش آتا تھا تو یہی کہتے تھے: اَحَدٌ، اَحَدٌ، وہ ایک ہے، وہ ایک ہے۔ یہ رنگ ایسا چڑھا تھا، تم پہلے خود کو محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رنگ ڈالو۔

ایک بات یاد رکھو، جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کی بات مانتا بھی ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں آپ سے محبت کا دعویٰ کروں لیکن آپ کا کہا ہوا نہ بجالاؤں، میں آپ سے کہوں کہ میں آپ سے بڑی محبت کرتا ہوں، آپ کہیں اچھا صاحب! ذرا پانی پلا دیجئے تو میں اپنے پلنگ پر جا کر لیٹ جاؤں اور کہوں کہ پانی کسی اور سے لے لیجیے۔ یہ محبت نہیں ہے، اگر آپ محبت کرتے ہوتے تو آپ کے محبوب نے پانی مانگا تھا تو اپنے محبوب کو پانی نہ پلا سکے۔

مجھے آپ بتائیے آپ کہتے ہیں کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں،

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے محبت کرتے ہیں، حضور والا روزے سے محبت کرتے تھے، حضور والا زکوٰۃ سے محبت کرتے تھے، حضور والا حج سے محبت کرتے تھے، سرورِ عالم سچ سے محبت کرتے تھے، صداقت سے، دیانت سے، امانت سے محبت کرتے تھے اور ہم حضور سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن نمازیں ہم نہیں پڑھتے، روزے ہمارے جیسے تیسے ہیں، زکوٰہ کے معاملے میں تو ہم بڑے ہی سست واقع ہوئے ہیں یہاں تک کہ عالم یہ ہو گیا ہے کہ:

ایک مدرسے والے میرے پاس آئے، میں نے ممبئی کے ایک کروڑ پتی مشہور ترین تاجر کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے کہو کہ ہمیں فلاں نے بھیجا ہے، صاحب! رمضان کے دن، اللہ انہیں معاف کرے، رمضان کے دنوں میں اس بے چارے روزے دار مولوی کو انہوں نے دس دنوں تک دوڑایا کہ صاحب! ابھی سو رہے ہیں، ابھی حمام میں ہیں، ابھی چائے پی رہے ہیں، ابھی یہ کر رہے ہیں، تو مولانا مجھ سے ایک دن قسم کھا کر بولے کہ آپ نے بڑا بڑا نام لے لیا تھا تو ہم نے کہا چلو کام ہو جائیں گے لیکن بڑھے دھکے کھائے لیکن آج تو ہم جیب بھر کے جائیں گے، اتفاق سے وہ سیٹھ صاحب ہمارے ہی پاس بیٹھے ہوئے تھے، مولانا نے پھر وہی بات کہی انہوں نے روداد دیکھی، رسید کا معائنہ کیا اور اندر کی جیب میں ہاتھ ڈالا امید تھی کہ اچھے خاصے نوٹ باہر آئیں گے لیکن کافی دیر بعد جب ہاتھ باہر آیا تو اس میں کراری دو روپے کا نوٹ پھنسا ہوا تھا، انہوں نے چہرہ دیکھا اور کہا: دیکھئے مولانا! دو روپے کا نوٹ ہے، ایک کا نہیں ہے لہٰذا کل آ جایئے، میں دے دیتا ہوں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ او پونجی پتیو! سنو، واقعہ غور سے سنو اور دل میں سوچو، تین اپاہج تھے، ایک جنم کا اندھا تھا، ایک جنم کا لنگڑا تھا اور ایک جنم کا کوڑھی تھا، مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ جاؤ ان تینوں کا امتحان لو، جبرئیل امین آئے اور آنے کے بعد لنگڑے کے پاس آدمی کی شکل میں گئے اور پوچھا کیا چاہتا ہے؟ بولا میں چاہتا ہوں کہ میرا پیر ٹھیک ہو جائے اور دوسرے مجھے سو بکریاں مل جائیں، جبرئیل نے اس کی ٹانگ پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا تجھے سو بکریاں آج صبح مل جائیں گی، صبح اٹھے گا تو سو بکریاں دروازے پر موجود ہوں گی، اندھے کے پاس پہنچے، اسے آنکھیں عطا فرمائیں اور سو گائیں عطا فرمائیں، کوڑھی کے پاس

پہنچے، اس کو اچھا کیا اور سو اونٹ دیا، اب اس کے بعد جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے واپس آ گئے، ان تینوں نے بہت جلد اپنے کاروبار کو ترقی دی، بڑی بڑی بلڈنگیں بنوالیں، اب وہ بغیر سواری کے باہر نہیں نکلتے تھے، اب اللہ عزوجل نے دوبارہ ارشاد فرمایا: جبرئیل! ہمارے حکم سے تم ان کو ہماری نعمتیں دے آئے ہو، جا کے دیکھو کہ وہ ہماری نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ حضرت جبرئیل امین آئے اور ایک کے دروازے پر ایک فقیر کی شکل میں پہنچے، اللہ کے نام پہ کچھ عنایت ہو، آواز لگائی، لنگڑے بن کر پہنچے تھے، سیٹھ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اپنے خادم سے کہا: دیکھ یے کون ہے؟ اس نے کہا صاحب! ایک لنگڑا فقیر ہے، اس کی ایک ہی ٹانگ ہے، بڑی مشکل سے آیا ہے اور اللہ کے نام پر کچھ مانگ رہا ہے، جاؤ، کہنا کہ کیا سارے لنگڑوں کا میں نے ہی ٹھیکا لے رکھا ہے، بھگاؤ اسے یہاں سے، لنگڑے فقیر نے خادم سے کہا کہ مجھے ان کے سامنے لے چلو، میں ان سے کہوں شاید انہیں رحم آ جائے، اندر آئے اور ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوئے، اور کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے، کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ بھی لنگڑے تھے، اللہ نے آپ پر کرم فرمایا، گرج کر کہا، جھوٹ بولتا ہے کہ میں لنگڑا تھا، میں کبھی لنگڑا نہیں تھا، جا بھاگ یہاں سے، حضرت جبرئیل نے کہا ہم تو جاتے ہیں لیکن جو جیسا تھا ویسے ہی ہو جا، اور یہ کہہ کر دوسرے دروازے پر چلے گئے، اس وقت ایک اندھے فقیر کی شکل میں تھے، وہاں بھی ایسا ہی ہوا، کہا: تمہیں یاد ہے تم ایک اندھے تھے، کہا: کون کہتا ہے کہ میں اندھا تھا؟ بے وقوف آدمی، پیسے کمانے کے لیے آیا ہے، چور کہیں کا، خادمو! نکالو اسے یہاں سے، تیرے باپ کے پیسے رکھے ہیں ہمارے پاس؟ جبرئیل امین نے کہا: ٹھیک ہے ہم جاتے ہیں لیکن یہ کہہ کے جا رہے ہیں کہ تو جیسا تھا ویسا ہی ہو جا، دونوں آنکھیں ختم ہو گئیں، اب کوڑھی کے پاس پہنچے، اور اس وقت کوڑھی بن کر گئے تھے، دروازے پر پہنچے آواز لگائی اللہ کے نام پر کچھ دے دو، یہ سن کر وہ رونے لگا اور کہنے لگا: میں کیا شکر ادا کروں اس داتا کے دینے پر جس نے مجھے اچھا کیا، اور آج میں اس پوزیشن میں زندگی گزار رہا ہوں، جبرئیل امین نے اس کی ستائش کی اور واپس آ گئے۔ (ختم شد)

●●

توفیق احسؔن برکاتی کی قلمی نگارشات

(۱) خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات (مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۷ء)

(۲) درود وسلام کی شرعی حیثیت وفضیلت (مطبوعہ: ممبئی، ۲۰۰۷ء)

(۳) سخن کی معراج، نعتیہ مجموعہ (مطبوعہ: ممبئی، ۲۰۰۸ء)

(۴) فکر رضا کے جلوے (مطبوعہ: رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نئی ممبئی، ۲۰۰۹ء)

(۵) امام احمد رضا اور مدینہ منورہ (مطبوعہ: مکتبۂ طیبہ، ممبئی، ۲۰۰۹ء)

(۶) ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی (مطبوعہ: نئی ممبئی، ۲۰۱۰ء۔ کراچی، ۲۰۱۴ء)

(۷) خطبات سیدالعلماء (ترتیب) (مطبوعہ: بزم برکات آل مصطفیٰ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

(۸) تہتر میں ایک کون؟ (ترتیب) (مطبوعہ: مکتبہ طیبہ، ممبئی)

(۹) جرائم کا سد باب اور اسلام (مطبوعہ: مکتبہ طیبہ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

(۱۰) تربیت اولاد میں ماں کا کردار (ترتیب)

(مطبوعہ: انجمن ضیاء طیبہ، کراچی، ۲۰۱۴ء۔ ادارہ دوستی، مالیگاؤں، ۲۰۱۴ء)

(۱۱) وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا (مطبوعہ: نئی ممبئی، ۲۰۱۴ء)

(۱۲) امام اعظم ابوحنیفہ کے وصایا: ایک تجزیاتی مطالعہ (نوری مشن، مالیگاؤں، ۲۰۱۴ء)

(۱۳) فکر انگیز تحریریں، (ترتیب) (ادارہ معارف اسلامی، ممبئی ۲۰۱۴ء)

(۱۴) منشیات کا زہر اور تڑپتی لاشیں، (سنی پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۵ء)

(۱۵) ممبئی عظمیٰ کی مختصر تاریخ، (ادارہ معارف اسلامی، ممبئی، دسمبر ۲۰۱۵ء)

انٹرنیٹ ایڈیشن:

(۱۶) رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ (دوسرا نعتیہ مجموعہ) (انٹرنیٹ ایڈیشن)

(۱۷) سیدالعلماء: شخص وعکس (انٹرنیٹ ایڈیشن)

(۱۸) سید نظمی مارہروی: شخصیت اور فن (انٹرنیٹ ایڈیشن)

(۱۹) قمرالزماں اعظمی: شخصیت اور فن (انٹرنیٹ ایڈیشن)

●●

توفیق احسؔن برکاتی........ایک نظر میں

نام: محمد توفیق ابن محمد اسماعیل ابن غلام مصطفیٰ مرحوم، **قلمی نام:** توفیق احسؔن برکاتی،

تاریخ پیدائش: ۱۲/جولائی ۱۹۸۴ء بروز پنج شنبہ

جائے ولادت: بھنگواں، لکھنی پٹی، اعلیٰ پور، اعظم گڑھ (موجودہ امبیڈکر نگر) اتر پردیش، انڈیا

آغاز تعلیم: مدرسہ حنفیہ انوار العلوم، (بھنگواں)....(۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۵ء)

متوسطات: جامعہ عربیہ اظہار العلوم، نیا بازار، جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر..(۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۰ء)

اعلیٰ تعلیم: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ....(۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۶ء)

تعلیمی لیاقت:

(۱) منشی، مولوی، کامل، عالم، فاضل معقولات وفاضل طب، عربی وفارسی بورڈ لکھنؤ (۱۹۹۷ء تا ۲۰۰۶ء)

(۲) عالمیت وفضیلت درس نظامی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور (۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء)

(۳) عربی ڈپلوما، قومی کونسل آف فروغ اردو زبان، دہلی (۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۴)

(۴) تحقیق فی الفقہ الحنفی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، (۲۰۰۵ء تا ۲۰۰۶ء)

(۵) ٹیچر ٹریننگ کورس، ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی، نئی دہلی (۲۰۰۸ء)

غیر مطبوعہ کتابیں: (۱) قلم میرا، امانت ہے (دوسرا نعتیہ مجموعہ) (۲) شرح سراجی (۳) سبع معلقات کا ترجمہ (۴) مقامات حریری کا ترجمہ۔ (۵) کتابوں کے شہر میں (تبصروں کا مجموعہ)

ذمے داریاں:

(۱) جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ۱۳۲/ کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی میں درس نظامی کی تدریس (۲۰۰۷ء سے تا حال)

(۲) مسجد اہل سنت گلشن مدینہ، نیرول، نئی ممبئی۔ ۷۰۶ میں امامت وخطابت (۲۰۰۸ء سے تا حال)

(۳) ماہ نامہ ”سنی دعوت اسلامی، ممبئی“ کی ادارت (جنوری ۲۰۱۱ء سے تا حال)

بیعت وارادت: شہزادۂ حضور احسن العلماء ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی سے شرف ارادت حاصل ہے۔

اعزاز: انجمن ثنائیہ دارالیتمیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ، میرا روڈ، تھانے، مہاراشٹر کی جانب سے مجموعی دینی، علمی وقلمی خدمات پر ۱۹/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو ”ستارۂ ادب ایوارڈ“ سے نوازا گیا۔ ●●